قد افلح من تزکیٰ و ذکر اسم ربہ فصلیٰ (القرآن الکریم)

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا

ماہنامہ

# المرشد

لاہور

اویسیہ سوسائٹی۔ کالج روڈ، ٹاؤن شپ، لاہور ۵۴۷۷۰

# تصوّف کیا ہے ؟

لغت کے اعتبار سے تصوّف کی اصل خواہ صوف ہو اور حقیقت کے اعتبار سے اس کا رشتہ چاہے صفا سے جا ملے ، اس میں شک نہیں کہ یہ دین کا ایک اہم شعبہ ہے جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النیّت پر ہے اور جس کی غایت تعلق مع اللہ اور حصولِ رضائے الٰہی ہے ۔ قرآن و حدیث کے مطالعے ، نبیِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اُسوۂ حسنہ اور آثارِ صحابہؓ سے اس حقیقت کا ثبوت ملتا ہے ۔

( دلائل السّلوک )

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۶۰۷

# ماہنامہ المرشد لاہور

جلد : ۱۲    رجب ۱۴۱۵ھ بمطابق جنوری 1995ء    شمارہ ۶

## فہرست مضامین


| | |
|---|---|
| اداریہ | ۳ |
| خطبہ لنگر مخدوم | ۴ |
| کہاں گئے وہ لوگ | ۱۵ |
| انجام | ۲۳ |
| سیروفی الارض | ۲۸ |
| عبادت کیا ہے | ۳۵ |
| نفاذ شریعت اور مالاکنڈ | ۴۱ |
| ثانئ اسلام | ۴۳ |
| سود کا متبادل | ۴۶ |


## بدل اشتراک

تاحیات: ۲۰۰۰ روپے

فی پرچہ بارہ روپے

سالانہ: ۱۵۰ روپے

### غیر ملکی

سالانہ — تاحیات

سری لنکا - بھارت - بنگلہ دیش

۳۰۰ روپے    ۳۰۰۰ روپے

مشرقِ وسطیٰ کے ممالک :

۷۵ سعودی ریال    ۷۵۰ سعودی ریال

برطانیہ اور یورپ :

۲۰ سٹرلنگ پونڈ    ۱۰۰ سٹرلنگ پونڈ

امریکہ و کینیڈا :

۳۵ امریکن ڈالر    ۲۰۰ امریکن ڈالر


پتہ : ماہنامہ المرشد - اویسیہ سوسائٹی - کالج روڈ - ٹاؤن شپ لاہور فون : ۸۴۴۹۰۹

ناشر : پروفیسر حافظ عبدالرزاق    پرنٹرز انتخاب جدید پریس لا

ماہنامہ المرشد کے

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مُجدّدِ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیرِ اعلیٰ
نشرواشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے (اسلامیات) ایم اے (عربی)

ناظرِ اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مُدیر : تاج رحیم

# اداریہ

اس وقت ہم ایک ایسی خطرناک بس کے مسافر ہیں جس کے پہیئے ٹیڑھے، ٹائر ٹیوب میں ذرا سا دباؤ سہنے کی سکت نہیں، انجن ایسا کہ کوئی کباڑی بھی اس کے دام نہ لگائے۔ اندرونی حالت ایسی شکستہ کہ سیٹ پر بیٹھتے ہی مسافر کی چیخ نکلے۔ نٹ بولٹ ایسے ڈھیلے اور گھسے کہ بس کے ہلتے ہی ہر جوڑ سے چیخنے کی دلخراش آوازیں نکلیں۔ نہ بریک پیڈل کا بریکس سے کوئی جوڑ، نہ سٹیرنگ وھیل کا پہیوں پر کنٹرول، ڈرائیور اور کنڈکٹر ہاتھا پائی میں مصروف، مسافر تماشائی بنے شابا شابا کے نعروں میں مگن، مسافروں کو یوں مگن پا کر، ہاتھ اور رہزن ان کا سامان و متاع لوٹنے میں مصروف۔

ہم بھی کتنے سادہ بلند حوصلہ مسافر ہیں اور ہمارا ذوق سفر بھی کتنا نرالا۔ کہ ایسی پھٹیچر بس میں سوار ہو کر سوئے منزل چلے ہیں اور منزل بھی وہ جسے یار لوگ اکیسویں صدی کہہ رہے ہیں۔ کبھی زید کو ڈرائیور بناتے ہیں اور بکر کو کنڈکٹر، اور کبھی بکر کو ڈرائیور اور زید کو کنڈکٹر۔ یوں زید و بکر کی ڈرائیوری کنڈکٹری کی مداحی میں نہ ہمیں منزل کی پہچان رہی، نہ احساس منزل رہا۔ بس کی سیٹوں کی چبھن کی تکلیف بھی لذت دینے لگی ہے۔ یہ بس موت کے جس حادثے سے دوچار ہونے والی ہے۔ اس کا احساس بھی زید و بکر کی توں توں میں میں نے ہمارے شعور سے مٹا دیا ہے۔

لیکن موت کا یہ حادثہ رونما ہونے میں اب بھی دوڑتے وقت کے چند لمحے باقی ہیں۔ ان چند لمحوں سے فائدہ اٹھا کر کیوں نہ ہم اس پھٹیچر بس اس کے کرایوں، اس کے مالک، ڈرائیور، کنڈیکٹر سب پر لعنت بھیج کر اس مضبوط قابل اعتماد، سفر کی تمام سہولتوں سے مزین اور آزمودہ بس پر جو ہمارے انتظار میں سامنے کھڑی ہے۔ اور جو صحیح منزل کی طرف رواں ہونے والی ہے۔ سوار ہونے کا فیصلہ کر لیں۔

تاج رحیم

(۳۰ ستمبر ۱۹۹۴)

# خطبہ لنگر مخدوم

حضرت مولانا محمد اکرم صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ○

حضرات علماء اکرام بزرگان محترم عزیزان گرامی اسلام علیکم ورحمتہ اللہ۔

انسان جس ماحول جس معاشرے جس فضا میں رہتا اور بستا ہے وہ اس سے لاتعلق نہیں رہ سکتا۔ عالم حوانیت میں یہ ہوتا ہے کہ فضا ایک جگہ سازگار نہ رہے تو جانور جگہ بدل لیتے ہیں پرندے سائبریا چھوڑ کر گرم علاقوں میں آ جاتے ہیں جانور مر جاتے ہیں یا نقل مکانی کر جاتے ہیں جب فضا ساز گار ہوتی ہے تو پلٹ آتے ہیں لیکن انسان ایسا نہیں کر سکتا انسان جس ماحول میں جس فضا میں سانس لیتا ہے اس فضا اور اس ماحول کو سازگار بنانا پڑتا ہے اپنی بقا کے لئے اپنی حیات کے لئے اپنی ضروریات کے لئے۔ اب کبھی آپ نے دیکھا کہ کوئی برفانی علاقے کے لوگ گرمیوں میں یہاں آ جاتے ہوں یا کسی گرم خطے کے لوگ برفانی علاقوں میں چلے جاتے ہوں نہیں۔ جہاں جہاں جن ممالک میں جن علاقوں میں جس ماحول میں کسی کو گزر بسر کرنا ہے وہیں اسے یا ماحول اور حالات کی سختیاں برداشت کرنی ہیں یا اس ماحول اور حالات کو بدلنا ہے اور اپنے لئے اسے درست کرنا ہے۔

انسان دو طرح کے ہوتے ہیں کچھ وہ لوگ جو ماحول سے اثر قبول کرتے ہیں اور اس کے مطابق تبدیل ہوتے رہتے ہیں ڈھلتے رہتے ہیں کچھ ایسے لوگ جو ماحول کو متاثر کرتے ہیں اور فضاؤں کو ماحول کو حالات کو تبدیل کر دیتے ہیں۔ اپنے مزاج کے مطابق ڈھال لیتے ہیں۔ یہ دوسری قسم کے لوگ انسانی تاریخ میں جہاں کہیں ہمیں نظر آتے ہیں یہ صرف وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ کے نبیوں اور رسولوں کے ساتھ اور ان کے دین کے ساتھ وابستہ ہونے کا شرف نصیب ہوتا ہے۔ اول سے آج تک دیکھ لیجئے بے دین معاشرہ ہمیشہ ماحول میں ڈھلتا چلا جاتا ہے اس کی آبرو لٹ جائے اس کی عزت لٹی رہے اس کا مال لٹتا رہے اس کی جانیں ضائع ہوتی رہیں لیکن وہ اس قابل نہیں ہوتا کہ اس ماحول کو تبدیل کر سکے۔ آج کی تاریخ بھی ہمارے سامنے ہے دنیا کے بڑے بڑے انسانی حقوق کے چیمپین کہلانے والے ممالک کے اپنے شہروں میں دس ڈالر لے کر بازار کوئی نہیں جاتا کہ کوئی گولی مار کر چھین لے گا جس ملک کے اپنے کسی شہر میں چند گھنٹے اگر بجلی چلی جائے تو سارا شہر لٹ جاتا ہے وہ دنیا کے امن کا ٹھیکیدار کیسے؟ وہ اپنے آپ کو کیوں نہیں تبدیل کرتا؟ اپنے ملک کی اصلاح کیوں نہیں کرتا؟ اپنے لوگوں کو اپنے حالات کو کیوں نہیں بدلتا؟ اس لئے کہ حالات کو بدلنا اس کے بس میں نہیں ہے وہ حالات کو کیوں نہیں بدلتا؟ اس لئے کہ حالات کو بدلنا اس کے بس میں نہیں ہے وہ حالات بدلنے والا فرد نہیں ہے بلکہ حالات میں ڈھلنے والی قوم ہے دنیا میں

صرف مومن وہ قوم ہے جو حالات میں ڈھلتے نہیں حالات کو ڈھالا کرتے ہیں اور اس پر روز اول سے آج تک تاریخ گواہ ہے اور خود ہماری تاریخ بعثت آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ صحابہ کرامؓ کی حیات طیبہ خدام نبوی کے قافلے اس بات پہ کتنے شاہد عدل ہیں کہ کیا ماحول تھا ہر طرف ظلم کی آندھیاں چلتی تھیں انہوں نے اس میں محبت کے پھول کھلائے ایک جہاں جو جہنم آسا بنا ہوا تھا اسے جنت کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے دریاؤں اور سمندروں میں بدل دیا یہ سب کیسے ہوا ایک بڑا عجیب سوال سامنے آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پر اس قدر معجزات کا ظہور ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شیرخوارگی میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے اللہ سے دعا کی یعنی اس قدر معجزات کا ظہور ہوا اس قدر عجائبات سامنے آئے اس قدر برکات کا ظہور ہوا کہ ایک ایک ادا اس بات پہ گواہ تھی کہ یہ بچہ رحمت مجسم ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ قریش کے بچے ارد گرد کی خواتین جن کے اپنے چھوٹے بچے ہوتے تھے پرورش کے لئے لے جاتی تھیں دودھ پلاتیں کھلاتی پلاتیں بڑا کرتیں اور جب وہ چلنے پھرنے کے قابل ہوتے واپس لے آتیں انعام و اکرام پاتیں وہاں بچے پالنے کا یہ انداز تھا شرفاء کا باہر سے کچھ بیبیاں مکہ مکرمہ سے نومولد بچے پرورش کے لئے حاصل کرنے کے لئے آئیں جن میں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ آپ غریب بھی تھیں کمزور بھی تھیں سواری کی سانڈنی بھی سب سے زیادہ کمزور تھی اور عجیب بات یہ ہے کہ شہر میں بچہ بھی وہ نصیب ہوا جو بظاہر سب سے زیادہ شریف لیکن مالی اعتبار سے غریب گھر کا تھا یتیم تھا والد فوت ہو چکا تھا آمدن کے ذرائع بظاہر کچھ نہیں تھے لیکن عجیب بات ہے کہ وہ سانڈنی جسے وہ پیچھے سے ہانک ہانک کر لاتی اور قافلے سے مل نہیں سکتی تھی جب بچہ لے کر پلٹی تو اس پر جب اس بچے کو بٹھا کر وہ اپنی گود میں لے کر بیٹھی تو قافلے کی سانڈنیاں اس سانڈنی کو مل نہیں پاتی تھیں۔ اس کی وہ بکریاں جن کا دودھ خشک ہو چکا تھا ان کے تھنوں سے دودھ ختم نہیں ہوتا تھا اس کے گھر سے خزانے ابل پڑے۔ اس طرح کی برکات کو دیکھ کر لوگ برکت حاصل کیا کرتے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کم عمر تھے مکہ مکرمہ میں تعمیر بیت اللہ پر جھگڑا کھڑا ہو گیا انہوں نے طے کیا کہ جو سب سے پہلے حرم میں داخل ہو اس سے فیصلہ لیا جائے اتفاق کی بات اللہ کو یہ منظور تھا کہ سب سے پہلے داخل ہونے والا وہ معصوم تھا جو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کہلایا۔ لوگوں نے کہا بھئی یہ تو بچہ ہے اب یہ کیا کہے گا حجراسود کے نصب کرنے پہ جھگڑا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر منگوائی اس پہ خود اٹھا کے حجراسود رکھا فرمایا تمام قبائل کے سردار ایک ایک گوشہ پکڑ کر اس چادر کو اٹھائیں سب نے اٹھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چادر سے اٹھا کر جس جگہ اب نصب ہے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصب فرما دیا عرب کے بڑے بڑے دانا دنگ رہ گئے کہ یہ ترکیب ہماری سمجھ میں نہیں آئی ہم تو تلواریں لئے کھڑے تھے میں اٹھاؤں گا میں اٹھاؤں گا۔ تو اس بچے نے عجیب بات کی کہ کوئی بھی اس سے محروم نہ رہا کسی کو شکوہ نہ رہا سب کے حصے میں وہ سعادت بھی آگئی اور جھگڑا بھی نہیں ہوا عجیب بات۔ پھر ایک سو بیس بیس سالہ پرانی قبائلی جنگیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو عمری میں نوجوانی میں لڑکپن میں ان لوگوں میں سمجھوتے کرائے صلح کروائی اور قبائل نے اسے قبول کیا اور ان معاہدوں پر عمل درآمد ہوا اور وہ سوا سوا صدی ڈیڑھ ڈیڑھ صدی پرانی جنگیں ختم ہو گئیں۔ اتنا عزت و احترام صادق و امین کہتے تھے۔ امانتیں آپ صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم کے پاس رکھتے تھے فیصلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرواتے تھے۔ تو یہ اچانک کیا ہوا کہ سارے لوگ پورا مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ حرم میں داخل نہیں ہونے دیں گے گلی

سے نہیں گزرنے دیں گے زندہ نہیں رہنے دیں گے یہ کر دیں گے وہ کر دیں گے کیوں؟

جب ہم اس کیوں پر پہنچتے ہیں تو ہمیں جواب ملتا ہے کہ مکے کے لوگ مشرک تھے بتوں کے پجاری تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ واحد کی توحید کا اعلان فرما دیا اس لئے جھگڑا ہو گیا بات تو ٹھیک ہے لوگ مشرک تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کا اعلان فرمایا اور بتوں کا ابطال فرمایا لیکن کیا مکے میں صرف مشرک ہی تھے کیا مکے میں صرف ایک مذہب تھا ہرگز نہیں مکہ مکرمہ میں مشرک بھی تھے اور مشرکوں کی بھی کئی قسمیں تھیں۔ اور مشرک خود ایک دوسرے کے بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے لات کو ماننے والے منات کو نہیں مانتے تھے اور ہبل کو ماننے والے لات کو نہیں مانتے تھے اپنے اپنے بت کی پوجا کرتے تھے اور دوسرے کی توہین کرتے تھے اور پرواہ نہیں کرتے تھے اس کے علاوہ ایسے بھی تھے جو اللہ کے وجود کے قائل تھے اور فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں مانتے تھے اور ان کی پوجا کرتے تھے۔ ایسے بھی تھے جو یہود کہلاتے تھے اللہ کے قائل تھے اور حضرت عزیر علیہ اسلام کو اللہ کا بیٹا مانتے تھے اور مکے میں رہتے تھے بتوں کو نہیں مانتے تھے اور ایسے بھی تھے جو اللہ کو مانتے تھے اور اللہ کی بیوی اور عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے تھے اور تثلیث کی پوجا کرتے تھے اور مکے میں رہتے تھے اور اہل مکہ اور مشرکین مکہ ان کا احترام بھی کرتے تھے انہیں عالم بھی مانتے تھے اور ان سے فیصلے بھی لیتے تھے ایسے بھی تھے جو کسی خدا کی خدائی کے قائل نہ تھے بلکہ انسانوں کی پرستش کرتے تھے شعبدہ بازوں کی نجومیوں کی ستارہ شناسوں کی ایسے بھی تھے جو جنات کی پوجا کرتے تھے اور جنات کے عاملوں کے سجدے کرتے تھے اور انہیں اٹھا کر ان میں بٹھا کر ڈولیوں میں بیت اللہ کا طواف بھی کرا رہے ہوتے اور انہی کی پوجا کرتے تھے۔ یعنی آپ گننے لگ جائیں اگر تو میں اجمالا" یہ عرض کر دوں کہ روئے زمین پر جتنے باطل عقیدے تھے ان میں سے کچھ نہ کچھ لوگ کوئی نہ کوئی حصہ اس عقیدے کا جزیرہ نمائے عرب میں بھی موجود تھا چونکہ یہ دنیا میں سفر کرنے والے لوگ تھے کہیں نہ کہیں سے اٹھا لاتے تھے۔

ان سب کا آپس میں کیسے گزارا ہو رہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھ دی تو جہاں پچاس مذہب پہلے ہیں اکاون سہی ساٹھ پہلے ہیں اکسٹھ سہی دس پہلے ہیں گیارہ سہی لڑنے کی اس میں کیا بات آگئی یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ محض ایک نئے مذہب کی بنیاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھ دی گو کہ پہلے سارے باطل تھے جس کی بنیاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی یہ حق تھا لیکن اس کا اثر اتنا ہی تھا کہ وہ اپنے کو حق سمجھتے تھے بات ختم جو نہیں مانتے تھے وہ کہتے تھے کہ نہیں بھائی جو کچھ ہم کہتے ہیں یہ حق ہے بات ختم اس میں لڑنے کی کیا۔ لڑنے کی بات یہ تھی کہ پہلے اگر ہزاروں مذاہب بھی تھے تو ان کا معاشی قانون ایک تھا ان کا عدالتی نظام ایک تھا انکا حکومتی اور سیاسی نظام ایک تھا مکے میں جو فیصلے دارالندوہ میں ہوتے وہ سارے قبول کرتے مکے کے اکابر جو عدالتی فیصلہ سناتے وہ سارے مذاہب والے قبول کرتے جو ان کا معاشی نظام تھا وہ سارے قبول کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نئے دین ہی کی نہیں نئے نظام کی بنیاد رکھی۔ پہلے جتنے دین تھے پہلے جتنے مذاہب تھے وہ ایک نظام پہ متفق تھے جس میں اتھارٹی تھے مکہ کے اکابر مشرکین کے اکابر مکہ کے رؤساء آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نظام کی بنیاد رکھ دی جس میں اتھارٹی تھی اللہ وحدہ لا شریک۔ یہاں لڑائی ہوئی یہاں ٹکراؤ ہوا یہ بات ناقابل قبول تھی اہل مکہ کے بڑے بڑے ان رؤساء کے لئے کہ ہماری پھر کیا حیثیت رہ گئی جیسا ایک عام بدوی کا حق ہے وہی حق ہمیں دیا گیا ایک سردار کو بھی جیسی اس کی رائے ہے وہی ہمیں بھی دی گئی اگر ہم کسی کی چوری کرتے ہیں ہمارا ہاتھ کٹ جائے اگر وہ غریب کرتا ہے اس کا بھی کٹ جائے گا تو یہ نظام نہیں چاہئے یہاں ٹکراؤ ہوا تھا اور یہ وہ صورت حال تھی جسے

باطل کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔

اور آج بھی یہی صورت حال ہے آپ کس ملک میں نماز نہیں پڑھنے کوئی روکتا ہے میں دنیا کے ہر ملک میں گیا ہوں سوائے اسرائیل کے بحمداللہ ہم نے ہرجگہ اذانیں بھی دی ہیں نمازیں بھی پڑھی ہیں کسی نے نہیں روکا تبلیغی جماعت کے ساتھی ساری دنیا میں پھرتے صرف نماز نہیں پڑھتے تبلیغ بھی کرتے ہیں کوئی نہیں روکتا لیکن کیا دنیا کا کوئی ملک آپ کو اجازت دے گا کہ آپ انسانی حقوق کی بات اس چارٹر کے مطابق کریں جو حجتہ الوداع پر محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے دیا تھا آپ عدلیہ کی بات اس انداز سے کریں جو کتاب اللہ نے آپ کو سکھائی ہے کوئی ملک گوارا کرے گا۔ کوئی برداشت کرے گا۔ اس کا مطلب ہے لڑائی آج بھی اسی بات پر ہے آپ اذانیں کہتے رہیں کوئی جھگڑا نہیں ہندوستان میں لوگ نمازیں پڑھتے ہیں جاپان میں' برما میں' ہانگ کانگ میں پڑھتے ہیں' چین میں' جاپان میں' روس میں ہر جگہ پڑھتے ہیں۔ اسرائیل میں یہودیوں کی حکومت میں تھی مسلمان نمازیں پڑھتے ہیں آپ سنتے نہیں جمعہ پڑھتے ہوئے ان پر گولی چل گی فائر ہوا تو جمعہ کی نماز پڑھتے ہوئے نمازیں پڑھتے ہیں نا لیکن کہیں اسلامی سیاست اسلامی نظام عدالت اسلامی نظام تعلیم کی بات کوئی کرنے دیتا ہے آپ ہم ہمارے آباؤ و اجداد اس برصغیر میں کم و بیش ایک ہزار سال تک تو مسلمان حکومت کرتے رہے اسلام اس سے پہلے آیا برصغیر کے فتح ہونے سے پہلے مبلغین اسلام آئے اور اسلام یہاں پہلے سے تھا فاتحین نے اسے فتح کیا اور ہزار سال تک مسلسل اس پر مسلمان حکومت کرتے رہے۔ اور اسی ملک پر اسلامی قانون رائج رہا یہ جو فتویٰ عالمگیری آج ہمارے علماء اس سے فتوے دیتے ہیں یہ اورنگ زیب عالمگیر کا ملکی قانون تھا یہ نری فتویٰ کی فتویٰ اسے ہم نے بنا دیا۔ یہ فتوے کی کتاب نہیں تھی یہ پینل کوڈ تھا اورنگ زیب عالمگیر رحمت اللہ علیہ کا۔

آج ہم اتنے وسیع علاقے کو چھوڑ کر اس کے ایک گوشہ میں بیٹھے ہیں بڑی دفعہ بات ہوتی ہے کہ ہم نے قربانیاں دی بتیس تینتیس لاکھ بندے شہید ہوئے اتنے لاکھ بے گھر ہوئے اتنے گھر اجڑے اتنا یہ ہوا اتنی بچیاں اغوا ہو گئیں اتنی عورتوں کی عزت لٹ گئی یہ ہوا وہ ہوا لیکن ایک بات اور بھی ہوئی یہ سب بھی ہوا لاکھوں لوگ بے گوروکفن گدھوں اور کتوں کی خوراک بن گئے صرف کلمہ پڑھنے کے جرم میں لاکھوں عزتیں تار تار ہوگئیں کروڑوں خاندان اجڑ گئے لیکن اور بھی ہوا واہگے سے لیکر کلکتے تک اور ہمالہ سے لیکر سرانديپ تک ایک وسیع ملک آذان کی آواز سے محروم ہو گیا اصل قربانی یہ ہے اصل نقصان یہ ہے کہ ایک پیچ حاصل کرنے کے لئے لشکروں کی جانیں جاتی ہیں اور ہم نے وا ہگہ باڈر سے لیکر ڈھاکے تک اور ہمالہ کی ترنیوں سے لیکر سری لنکا تک کا وسیع علاقہ اس سے ہم دست بردار ہوگئے آج وہاں کوئی آذان کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ میں جاکر باڈر پر بیٹھا کرتا ہوں جیسے آپ یہاں مساجد سے صلوۃ و سلام سنتے ہیں آپ باڈر پر رات کو بیٹھ کر تجربہ کیجئے کا جب پو پھٹتی ہے تو ہندوؤں کے بھجن سنائی دیتے ہیں آذان کی آواز نہیں آتی۔ مساجد میں بدکاری کے اڈے بنائے گئے مساجد کو گرا کر وہاں لوگوں نے دکانیں بنائیں۔ آپ نے یہاں جلوس نکال بھی دیا تو کیا فرق پڑا مسجد اتنی ہی محترم تھی جتنی بابری۔ مسجد کے لئے آپ روئے لیکن اللہ کے نزدیک تو ہر مسجد اتنی ہی محترم تھی جتنی بابری۔ آپ گن نہیں سکتے کہ اس تقسیم ملک میں کتنی مساجد کی بے حرمتی ہوئی کبھی بیٹھ کر سوچئے کیوں آخر کیا ضرورت تھی آپ کو یہ الگ بیٹھنے کی اتنی تھوڑی سی جگہ بیٹھ کر اتنا وسیع علاقہ بے چراغ کرنے کی۔ آپ نے یہ سودا اتنا مہنگا سودا اس لئے کیا کہ یہاں کے ماحول کو بدل دیں گے ہم یہاں کی سیاسیات معاشیات تعلیم نظام عدل سارا اس طرح ہو گا جس طرح آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے اور خلفائے راشدین نے عطا فرمایا تھا۔ مہنگا سہی تھوڑا رقبہ سہی تھوڑے لوگ سہی لاکھوں جانیں کٹ گئیں کوئی بات نہیں ایک خطہ زمین

پر نظام اسلام تو نافذ ہو گا لیکن وائے حسرت وہ بھی نہ ہو سکا کیوں نہیں ہو سکا۔

اس کیوں کو ہم لے جاتے ہیں سیاسی جماعتوں پر سیاست دانوں پر حکومتوں پر حکمرانوں پر لیکن میں اس جواب سے متفق نہیں ہوں اس لئے کہ سیاست دانوں نے حکومتوں نے حکمرانوں نے اسلام نافذ کرنا ہی نہیں تھا یہ نافذ کرنا تھا مسلمانوں نے جن کی وفائیں دین کے ساتھ ہوتی ہیں محض سیاسی مفادات سے وابستہ ہونا اس بات کی علامت نہیں ہے کہ وہ دین نافذ کر دے گا۔ سیاسی مفادات سے بالاتر لوگ ذاتی مفادات سے بالاتر لوگ نفع نقصان سے بالاتر لوگ وہ لوگ جن کا مقصد صرف اسلام تھا انہوں نے نافذ کرنا تھا افسوس کہ اس دیس میں ایسے لوگ ہی پیدا نہ ہو سکے۔ ہم دعوے تو کرتے رہے لیکن ہماری زندگی اور مکے میں رہنے والے یہودیوں اور عیسائیوں کی زندگی میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ مانتے اللہ کو تھے لیکن نظام ان کے پاس مشرکوں کا نظام سیاست نظام معیشت تھا جسے انہوں نے قبول کر رکھا تھا ہم بھی اللہ کو تو مانتے ہیں لیکن سیاسی نظام معاشی نظام تعلیمی نظام عدالتی نظام ہم نے کافروں کا قبول کر رکھا ہے ہم اسے رد کر دیتے جگہ خالی ہوتی تو اسلام نافذ ہوتا میں نے بھی قبول کر لیا آپ نے بھی قبول کر لیا اسلام فرشتے نافذ کریں گے ہمارے ساتھ کیوں جھگڑا نہیں ہوتا کسی کا اس لئے کہ ہم مطالبہ ہی نہیں کرتے اور ہم کرنا چاہتے بھی نہیں ہم وظیفہ پڑھنا چاہتے ہیں ہم تسبیحات پڑھنا چاہتے ہیں ہم نفلیات پڑھنا چاہتے ہیں ہم مراقبات کرنا چاہتے ہیں نفاذ اسلام کی بات آئے تو ہم کہتے ہیں کاش کوئی کر دیتا پیر صاحب کر دیتے وزیر صاحب کر دیتے امیر صاحب کردیتے ارے تیرے میرے پاس جس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے جان ہی جان ہے اور تن کے کپڑے اور دن کی مزدوری ہے ہمارے پاس ایک دن ہماری مزدوری نہ لگے شام کو کھانے کو نہیں ملتا ہم اپنی یہ افلاس اور غربت دین کے لئے چھوڑنے کو تیار نہیں ہیں جو کروڑوں لوٹ کر روز کھاتے ہیں وہ اپنی لوٹ چھوڑتے ہیں دین کے لئے چھوڑ دیں جو مفادات میں غرق ہیں سراپا وہ چھوڑ دیں گے۔

لیکن ایک عجیب بات ہے۔ اب تو یہ بھی جرم ہو گیا یعنی اب ہمارے خلاف تو یہ فتویٰ بھی ہے کہ یہ اس سیاسی نظام کی بات کیوں کرتے ہیں یہ اچھے مسلمان نہیں رہے کہ اچھا مسلمان گدھے کی طرح سارا بوجھ اٹھاتا رہے وہ اچھا مسلمان ہے اور جو دین کی نظام دین کی نظام اسلام کی بات کرے اس کی مسلمانی مشکوک ہو جاتی ہے کیا مسلمانی صرف گوشے میں بیٹھ کر عبادت کرنے کا نام ہے نہیں مسلمان نام ہے فضاؤں کو تبدیل کر دینے کا حالات کے دھارے کو بدل دینے کا انسانوں کو انسانوں کی خدائی سے آزاد کرانے کا بندوں کی پیشانیاں صرف الہ العلمین کے سامنے جھکیں اور بندوں کی بارگاہ میں جھکنے سے محفوظ ہو جائیں اسے اسلام کہتے ہیں۔ یہ نماز روزہ یہ حج و زکوۃ یہ مراقبات یہ آپ کے ذکر اذکار یہ تیاری ہے اس جرات کو حاصل کرنے کے لئے کہ یہ جرات رندانہ پیدا ہو جائے خلفائے راشدین کی طرح فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح حق کو حق اور باطل کو باطل کہنے کی جرات پیدا ہو جائے برکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل یہ ہے کہ کسی کے دل میں برکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آ جائیں تو وہ سر عام حق کو حق کہہ سکے باطل کو باطل کہہ سکے۔ یہ نماز یہ ذکر اذکار یہ مل بیٹھنا یہ تلاوت یہ تسبیحات یہ تبلیغ یہ وعظ یہ سارے لیکچر یہ جلسے یہ وہ اپنا یقین قائم کرنے کے لئے ہیں کہ میں مسلمان ہوں۔ علماء ایک عجیب نسخہ تجویز فرمایا کرتے تھے فرماتے تھے اگر کسی گناہ میں مبتلا ہو جاؤ تو اس گناہ میں وعظ کیا کرو۔ لوگوں کو اس کے نقصانات سمجھایا کرو اس سے کیا ہو گا فرمایا تم خود چھوڑ دو گے کسی کو فائدہ ہو یا نہ ہو تمہارا اپنا ضمیر اس سے باز آ جائے گا تو یہ سارا وعظ و نصیحت آپ کو سمجھانے کے لئے نہیں ہوتا یہ اپنی اصلاح کے لئے ہوتا ہے لیکن اصلاح کے بعد اس کا کیا ہو گا۔ اس وجود کا اس بندے کا مصرف کیا ہے وہی کہ ماحول کے دھارے میں نہ

بہہ جائے ماحول کو تبدیل کر دے اور اگر ماحول کے دھارے میں بہہ جائے عجیب بات ہے۔
نبی علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس راستے سے جا رہا ہو شیطان وہ راستہ چھوڑ دیتا ہے۔ یہ تو ہے مسلمانی اور ہم جہاں جا رہے ہوں پیچھے پیچھے شیطان اپنے ڈش انٹینے لے کر گھس آتا ہے ہمارے گھروں میں اور ہم فتوے لگانے پہ بیٹھے ہیں ارے فتوؤں سے کیا ہو گا۔ ماحول کو ایسا بدل دے کہ شیطان کی ساری چالیں ناکام ہو جائیں اور وہ اپنا بستہ اٹھا کر چل دے یہاں سے۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتویٰ تو نہیں دیا تھا شیطان راستہ چھوڑ دے ماحول کو اس طرح بدل دیا تھا کہ باطل کو دم لینے کی فرصت نہیں ملتی تھی۔
تو میرے بھائی! اللہ کریم آپ کو توفیق دے حقیقی اسلام یہ ہے کہ مومن ماحول کے دھارے کو بدل دے تاریخ کے رخ کو پلٹ دے انسانوں کی سوچ کا زاویہ تبدیل کر دے انداز معیشت انداز زندگانی تبدیل کر کے رکھ دے اور بندوں پر صرف اللہ کی خدائی ہو بندوں سے بندوں کی خدائی کو مٹا دے ------- ظلم و جور مٹ جائے اور عدل و انصاف عام ہو علم ہو اور جہالت کی تاریکی مٹ جائے یہ اسلام ہے۔ ایک بات عجیب میں آپ سے عرض کرتا چلوں۔
یہ تقسیم ملک بھی محض ڈرامہ نہیں ہے اللہ کے کاموں میں بڑی حکمتیں ہوتی ہیں جو عام آدمی کی سمجھ میں نہیں آتیں ایک زمانہ تھا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو چھپ کر نکلے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے در دولت پہ بڑے کافر پہرہ دینے کھڑے ہوئے تھے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر غار میں ٹھہرے تین راتیں پھر مدینہ منورہ تشریف لے گئے بظاہر حالات یہ تھے کہ مسلمانوں کو مسلمانوں کے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مکے والوں نے نکال دیا بے گھر کر دیا جائیدادیں چھین لیں مال و منال چھین لیے سرمایہ چھین لیا اور در بدر کر دیا ان کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ لیکن تقدیر ہنس رہی ہے کہ یہ شہر یہ گلیاں یہ باغات یہ حسن یہ حسین چشمے یہ طائف کی بلندیاں یہ مکہ مکرمہ کی عظمتیں یہ ساری ان کا راستہ دیکھ رہی ہیں لوگو! تم نے ان کا کچھ نہیں بگاڑا اے اہل مکہ تم اور تمہاری سر زمین سدا سبز گنبد کو ترستے رہو گے۔ تم نے کچھ اپنا کھویا ہے ان کا کچھ نہیں بگاڑا۔ ریاست اسلامی کو نہ روک سکو گے۔ نفاذ اسلام کو نہ روک سکو گے۔ جہاں بیت اللہ کی عظمتیں تھیں اگر وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ اطہر بھی ہوتا تو اس زمین کا کوئی ثانی ہو سکتا تھا۔ جس بات پہ مکے والے اکڑتے تھے کہ ہم نے یہ کمال کر دیا وہی بات ان کی محرومی کا سبب بن گئی اور جس بات کو مدینے والوں کو کہا جاتا تھا کہ تم نے مسلمانوں کو جگہ دے کر مصیبت مول لی وہ ابدالاباد مدینہ کی عظمت کا سبب بن گئی۔ کتنی حکمت تھی اس بات میں جسے بظاہر لوگ کہتے تھے کہ اہل مکہ نے مسلمانوں کو بھگا دیا مسلمانوں کو نہ بھگایا انہوں نے اپنے بخت کو اپنی قسمت کو اپنے نصیب کو اپنی خوش قسمتی کو بھگا دیا اپنا کچھ کھویا۔ یہ بھی اتنی بڑی تبدیلی ہوئی۔
لاکھوں لوگ اس بات پر کٹ گئے کہ اللہ کا دین نافذ ہو گا اسلام آئے گا کروڑوں ماؤں کی آہیں اور کروڑوں بہنوں کے سفید سر ابھی تک راہ دیکھ رہے ہیں ابھی ہندوستان میں وہ بچیاں موجود ہیں جو قافلوں سے لوٹی گئیں کافروں کے گھروں میں رہیں اولاد ہندوؤں اور سکھوں سے پیدا کی لیکن ان کے دل میں آج بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے۔ اور آج بھی مجاہدین اسلام کی راہ تک رہی ہیں کیا یہ سارا کچھ فضول ہوا یہ ساری اتنی بڑی تبدیلی بیکار تھی چلو بندوں کو تو دھوکا لگ گیا وہ بندوں کا مالک جو ہے اس نے یہ تبدیلی کیوں ہونے دی کیا اتنے بڑے اس ہنگامے کے پیچھے کوئی شے آپ کو فطرت کا کوئی کام نظر نہیں آتا کبھی اس نظر سے بھی سوچا کیجئے کہ سیاست دانوں نے جھوٹ بولا ٹھیک ہے بھائی سیاست دانوں نے جھوٹ بولا علماء کو غلطی لگ گئی ٹھیک ہے

علماء کو غلطی لگ گئی لوگوں کو دھوکا دیا گیا لوگ دھوکا کھا گئے یہ بھی ٹھیک ہے لیکن اسے کیا غلطی لگی اسے کون دھوکا دے گیا۔ اس کی اپنی مخلوق تھی جو مرگئے جو کچلے گئے جو تباہ ہو گئے اور صرف اس کا نام لینے کے جرم میں تباہ ہو گئے کیوں یار کوئی مقصد ہو گا بلا وجہ نہیں۔ اتنی گردنوں کا خون اتنی ماؤں کی آہیں اتنی بیٹیوں کی چیخیں اس پر کوئی اثر ہو گا۔ اتنے مسلمانوں کا خون بغیر کسی پھل کے جائے گا۔ ناممکن آپ کو پتہ ہے جب مالی کسی باغ کو سنوارنا چاہتا ہے تو کتنا تراشتا ہے۔ یہ جو خوبصورت باڑیں آپ دیکھتے ہیں ان کو کبھی بنتے دیکھیں تو کتنی نئی پھوٹنے والی شاخیں کٹ کٹ کے گرتی ہیں۔ یہ تنا ور درخت جو آپ کو نظر آتے ہیں کتنی شاخیں کاٹنے کے بعد سیدھا تنا اوپر جا کر نکلتا ہے۔ یہ بڑی بڑی بلڈنگیں جو آپ کو نظر آ رہی ہیں یہ کتنے کچے گھروندے گرتے ہیں تب بنتی ہیں۔ یہ پختہ سڑکیں جن پر آپ سفر کرتے ہیں یہ کتنی زمین کا جگر چھلنی ہوتا ہے تب ایک راستہ بنتا ہے یہاں بھی قدرت کو کچھ بنانا مقصود ہے کہ اتنی کانٹ چھانٹ ہوئی اتنی شاخیں کٹیں اتنی جڑیں کٹیں اتنے پودے اکھیڑ دیئے گئے اتنی تبدیلی ہوئی اس کا بھی کوئی مقصد ہے یہ بلا وجہ نہیں ہے کہ لاکھوں لوگ کٹ گئے کوئی مقصد نہیں تھا لاکھوں گھر اجڑ گئے کوئی مقصد نہیں تھا لاکھوں بندوں کی آہیں عرش عظیم سے ٹکراتی رہیں اور اللہ نے کوئی پرواہ نہیں کی ایسا نہیں ہو سکتا کیا مقصد ہو سکتا ہے شاید مسلمان ابھی تک اس سے آشنا نہیں ہوئے اور مزے کی بات یہ ہے کہ کافر دنیا اسے جان چکی ہے۔

یہ آپ مت بھولئے کہ میں اور آپ غافل ہیں تو ہمارا دشمن بھی غافل ہے ایسا نہیں ہے۔ آپ کبھی لندن جائیں برٹش لائبریری یا واشنگٹن ڈی سی کی امریکہ کی اس لائبریری میں چلے جائیں تو آپ کو ایک عجیب بات نظر آئے گی کہ بوڑھے بوڑھے فلاسفر دانشور پروفیسر قرآن و حدیث کو لے کر محدب شیشے لے کر سارا سارا دن بیٹھ کر پڑھتے رہتے ہیں بھئی وہ کوئی سائنسی کتاب پڑھیں تو ٹھیک ہے کوئی ہسٹوریکل گرز جمع کر رہے ہوں ٹھیک ہے کوئی اور بات کوئی مقالہ پڑھ رہے ہوں قرآن و حدیث سے وہ کیا کرتے ہیں بھئی اور آپ آج بھی جا کر دیکھ لیں. آپ کو نظر آئیں گے اس قرآن سیکشن میں بیٹھے ہوئے سارا سارا دن کھانا تک بھول جاتے ہیں وہ لگے رہتے ہیں پتہ ہے بات کیا ہے انہوں نے ایک بات کھوج نکالی ہے۔

مکے میں ایک کافر ہوا کرتا تھا اور اس نے ایک دفعہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے گستاخانہ انداز میں یہ کہنے کی جرات کی کہ میں ایک گھوڑا پال رہا ہوں ایک دن آئے گا اس گھوڑے پر بیٹھ کر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دوں گا معاذ اللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اس گھوڑے پر بیٹھ کر لڑنے کو آئے گا تو میرے ہاتھوں جہنم رسید ہو گا۔ بلکہ اس نے یہ کہا تھا کہ میں مکی کھلا کھلا کر گھوڑے کو پال رہا ہوں گھوڑے کو موٹا کرنے کے لئے اہل عرب مکی کے دانے کھلایا کرتے تھے۔ احد میں وہ اسی گھوڑے پر بیٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی صحابی لپکا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا نہیں بھائی اس کی اور میری بات ہے تم درمیان میں مت آؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نیزہ پھینکا جو اس کے خود کی جالی پر لگا اور اس کی گردن پر لکیر سی خراش سی پڑ گئی۔ چیختا چلاتا ہوا پیچھے جا کر گرا کفار نے اٹھا لیا زخمی سمجھ کر واپس لے گئے خیمے میں جا کر دیکھا تو انہوں نے سمجھا ہم نے تو سمجھا تھا نیزہ تمہاری گردن سے پار ہو گیا یہ تو تمہارے اوپر جلد پر خراش آئی ہے پوری کھال بھی نہیں کٹی اور چلا رہے ہو کہنے لگا چلا درد کی وجہ سے رہا ہوں ایک تو اس لئے کہ اس خراش میں مجھے یوں نظر آتا ہے جیسے کسی نے آگ بھر دی ہو اور دوسرا یہ ہے کہ اس کی وجہ سے میں مر جاؤں گا۔ میں واپس نہیں جا سکتا وہ کہنے لگے کہ یہ زخم ایسا نہیں ہے جس سے موت واقع ہو جائے وہ کہنے لگا زخم ایسا نہیں ہے لیکن زخم لگانے والے نے مجھے مکے میں کہا تھا کہ تو میرے ہاتھوں

قتل ہو جائے گا اور اس کی بات کبھی غلط ثابت نہیں ہوتی۔ نبی نہیں مانتا لیکن یہ مانتا تھا کہ جو کہہ دیتے ہیں وہ غلط نہیں ہوتا اور واقعی مکہ پہنچنے سے پہلے تڑپ تڑپ کر مرگیا۔

یہ مغرب والے کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی نہیں مانتے لیکن یہ جانتے ہیں کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہہ دیا ہے وہ ضرور ہو کر رہے گا آج وہ بھی اس تحقیق پہ پہنچے ہیں کہ احیائے اسلام اس خطے سے ہونے کو ہے۔ آج انہوں نے بھی وہ حدیثیں چھانٹ کر رکھی ہوئی ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہندوستان سے مجھے ٹھنڈی ہوا آتی ہے آج وہ حدیثیں ان کی ٹیبل پر پڑی ہوتی ہیں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سرزمین ہندوستان میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے کہ ان کے ساتھ کام کرنے والے لوگ بے حساب جنت میں داخل ہوں گے ان کا حساب نہیں لیا جائے گا اس لئے کہ میری تمام مر جانے والی سنتوں کے احیاء کا سبب ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مردہ سنت کا لفظ استعمال فرمایا کہ میری مردہ سنت کو زندہ کرنے والا کسی ایک سنت کو دو سو شہید کا ثواب وہ اکیلا بندہ پائے گا جو کسی ایک مردہ سنت کو زندہ کرتا ہے اور جو نفاذ اسلام کا کام کر جائے گا تو وہ تو سنتوں کا سمندر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اسے حساب کتاب کی ضرورت نہیں۔ کافر اس بات کو مانتے ہیں کہ یہاں سے پھر احیائے اسلام ہو گا یہاں سے پھر نور کے شعلے اٹھیں گے یہاں سے پھر حق کی آواز بلند ہو گی اور باطل کو پھر سے یہاں شکست ہو گی اس لئے یہ جو تھرڈ ورلڈ آرڈر بنایا گیا ہے یہ صرف اس خطے کو محبوس رکھنے کے لئے اس پر ظالمانہ تسلط قائم کرنے کے لئے اور اس پر قابو پانے کی ایک کوشش ہے مغرب کی اور کچھ بھی نہیں۔ ہم سمجھیں یا یہ نہ سمجھیں یہاں یہ جو لڑائی ہو رہی ہے یہ بھی مغرب ہی کرا رہا ہے کسی پارٹی کی باگ دوڑ مدینہ منورہ کے ہاتھوں میں نہیں ہے کسی پارٹی کی باگ دوڑ قرآن کریم کے ہاتھوں میں نہیں ہے کسی جماعت کی باگ دوڑ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں نہیں ہے سب کی باگیں امریکہ سے یورپ سے مغرب سے ہلتی ہیں کبھی ایک کو دوسرے پر چڑھا دیتے ہیں کبھی اس کو اس پر چڑھا دیتے ہیں نواز شریف کی حکومت بن گئی بنائی کس نے مغرب والوں نے نواز شریف کی حکومت چلی گئی اسے گرایا کس نے مغرب والوں نے نواز شریف کی حکومت چلی گئی اسے گرایا کس نے مغرب والوں نے بے نظیر کی حکومت بنائی گئی بنائی کس نے اہل مغرب نے ہٹ گئی ہٹائی کس نے اہل مغرب نے پھر کس نے بنا دی ہے اہل مغرب نے اب کون اسے جھنجھوڑ رہا ہے وہی مغرب والے۔ کیوں اس کشتی میں طاقت کس کی خرچ ہو رہی ہے مسلمان کی مار کس کو پڑ رہی ہے مسلمان کو کمزور کون ہو رہا ہے مسلمان اور یہی ان کے مفاد میں ہے اب وہ صرف پاکستان پر بس نہیں کر رہے اب وہ سوچ رہے ہیں کہ کشمیر کو ہندوستان سے بھی لے کر پاکستان سے بھی لے کر الگ ریاست بنائی جائے اب اس کے ساتھ سوشہ یہ چھوڑا جا رہا ہے کہ شمالی علاقہ جات گلگت وغیرہ کشمیر کا حصہ ہیں کشمیر سے مطالبہ اٹھے گا کہ یہ ہمارا حصہ ہیں انہیں ریاست میں شامل کیا جائے پھر گلگت کے لوگ کہیں گے کہ ہم ادھر کیوں شامل ہوں ہمیں الگ ریاست بنا دو ایک ریاست کشمیر بن جائے گی ایک گلگت چترال بن جائے گی ایک سندھ بن جائے گی ایک بلوچستان بن جائے گی ایک سرحد بن جائے گی ایک پنجاب اور یہ چھوٹی چھوٹی ریاستیں ننھے بچے ان کا رکھوالا کون ہو گا امریکہ بہادر یہ سارے مرغی کے چوزے ہوں گے اور ان کو اپنے پروں کے نیچے لینے کے لئے امریکہ بہادر ہو گا۔ اس طرح اسے خنجراب کی بلندیوں پر اپنی پوسٹیں قائم کرنے کا موقع مل جائے گا۔ ہمالہ کی ترائیوں میں اپنی چھاؤنیاں بنائے گا۔ پنجاب کے سینے میں اپنے ہوائی اڈے بنائے گا اپنے ایٹمی ہتھیار رکھے گا۔ لڑائی امریکہ سے ہو گی آگ یہاں بھڑکے گی۔ جنگ امریکہ سے ہو گی بندے یہاں مارے جائیں گے کھانا امریکہ میں کھائیں گے لوگ اور مزدوری یہاں کی جائے گی۔ یہ جو سرمایہ کاری

کی نوید آپ کو حکومت دے رہی ہے یہ بھی اسی کا ایک بنیادی کام ہے کہ اتنا سرمایہ یہاں انوسٹ کر دو کہ ان کا اپنا کچھ نہ رہے ہر چیز پر جو آمدن آتی ہے وہ امریکہ پہنچتی جائے یہ محض غلام ہو کر رہ جائیں ارے امریکہ میں تو باپ مر جائے بیٹا ایک ڈالر نہیں دیتا آپ پر اتنے ڈالر کیوں نچھاور کر رہے ہیں امریکہ تو وہ ملک ہے جہاں کے نیک لوگوں کا یہ حال ہے کہ میں نے ایک لڑکی کا انٹرویو سنا آپریٹر تھی لفٹ پر بہت نیک تھی وہ بچی کہنے لگی میں اپنی ماں کی بڑی خدمت کرتی ہوں میں نے اسے اپنے پاس رکھا ہوا ہے جب کہ یہاں کوئی والدین کو پاس نہیں رکھتا انہوں نے کہا اس کا مطلب ہے اس کا خرچہ تم دیتی ہو کہنے لگی نہیں ایسا کرتی ہوں کہ وہ میرے کپڑے دھو دیتی ہے اگرچہ اتنے اچھے نہیں دھو سکتی جتنے دھوبی دھوتا ہے لیکن میں پھر ماں سمجھ کر اسی سے دھلا لیتی ہوں اور جو پیسے دھوبی کو دینے ہوتے ہیں وہ ماں کو دے دیتی ہوں اس طرح اس کا خرچہ ہے یہ فرماں بردار امریکن اولاد ہے آپ پر اتنے ڈالر کیوں نچھاور کر رہے ہیں یہاں اتنا سرمایہ لے کر کیوں آ گئے دینے نہیں آئے لینے آئے ہیں۔

لیکن اس کا جواب کیا ہے کیا یہ ایسا ہی ہو جائے گا کبھی نہیں ہو گا یہ امریکہ کو بھی پتہ ہے یہ اتنی پیش بندیاں امریکہ روکنے کے لئے کر رہا ہے اس ڈر کے پیش نظر جو اس کے اندر چھپا ہوا ہے کہ یہاں سے مجھے ناکام ہونا پڑے گا۔ یہ وہ جانتا ہے وہ حدیثیں وہ پیش گوئیاں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی انہیں جب پڑھتا ہے تو وہ پھر دوڑ پڑتا ہے کہ میں اس بات کو روکنے کا کوئی حیلہ کروں یہ وہ ابوجہل کی کوششیں ہیں جو اسلام کو روکنے کے لئے اس نے کی تھیں وہی کوششیں آج امریکہ کر رہا ہے لیکن کوئی عمرؓ بھی تو پیدا ہو کہیں سے کوئی ابوبکرؓ بھی لاؤ کہیں سے وہ پاگل اور دیوانے بھی تلاش کرو جو اللہ کے نام پر سب کچھ لٹانے کے لئے نکلیں پھر وہ سب کچھ پا کر لوٹیں کچھ ایسے بے وقوف کچھ ایسے پاگل لوگ تلاش کرو جو لینے کے لئے نہیں لٹانے کے لئے نکلیں جن کے پاس جو کچھ ہو وہ نچھاور کرنے کے لئے نکلیں جو جان دینے کے لئے جائیں اور موت کو شکست دے کر پلٹ آئیں کچھ ایسے بے وقوف پیدا کرو اور ہوں گا انشاء اللہ۔ مجھے کوئی شبہ نہیں ہے مجھے کوئی شبہ نہیں ہے رائی برابر بھی بلکہ مجھے کوئی ذرہ برابر شبہ نہیں ہے کہ ایسا نہیں ہو گا۔

اس لئے کہ میں اس حال کو اس طرح دیکھتا ہوں جس طرح آپ دن کو اور سورج کو دیکھتے ہیں یہ انشاء اللہ ہو گا یہی ملک یہی گلیاں یہی زمین ہو گی اور ہر ذرے پر اسلام کی اور اللہ کے دین کی اور اللہ کی حکومت ہو گی۔ اگر کوئی صاحب کشف ساتھی دیکھنا چاہے تو دیکھ سکتے ہو آج میرے ساتھ دیکھو تمہیں کوئی ذرہ نور سے خالی نظر آئے گا۔ لیکن یہ کچھ اللہ کے بندے ہوں گے جن کے خون سے یہ سارا نور سینچا جائے گا کچھ اللہ کے بندے ہوں گے جن کی جوانیاں اس کو بڑھانے کا سبب بنیں گی۔ کچھ اللہ کے بندے ہوں گے جن کی تحریر و تقریر جن کا جوش جذبہ اس ایک ایک ذرے کو روشنیاں تقسیم کرتا چلا جائے گا۔ میں آپ کو صرف ایک مشورہ دے سکتا ہوں کہ ان لوگوں میں شامل ہو جاؤ یہ موقع روز نہیں آئے گا۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ جو گھر بیٹھے رہیں کبھی وہ ان کے برابر ہو گئے جو بدر میں موجود تھے فتح مکہ سے پہلے جنہوں نے لبیک کہا فتح کے بعد جو مسلمان ہوئے وہ بھی صحابی بن گئے لیکن ان پہلے والوں کے درجے کو نہیں پا سکے۔ ارے نجات کے لئے روتے پھرتے ہو نجات تو معمولی سی بات ہے تم نے اللہ کی رحمت کو کیا سمجھ رکھا ہے میں تو یہ کہتا ہوں کہ ہم سے تو گناہ ہو ہی نہیں سکتا میدان حشر میں ایسے ایسے گنہگار آئیں گے کہ ہمیں اپنے گناہوں پر شرمندگی ہو گی کہ ہم کیا جھک مارتے رہے گناہ تو اس نے کئے تھے ان کو وہ کریم برداشت کئے ہوئے ہے ان کو روزی دے رہا ہے ان کو زندگی دے رکھی ہے ان کو اولادیں دے رکھی ہیں تیرے میرے گناہ کیا ہیں ہمارے گناہ تو اتنے بھی نہیں ہیں کہ ایک دفعہ کا کلمہ طیبہ کا

بوجھ بھی اٹھا سکیں اس سے بھی معاف ہو جائیں گے بات گناہوں کی معافی کی چھوڑ۔ بات ان عظمتوں کی کر جن پر اللہ کے بندوں کو پہنچنے کا وقت آگیا ہے بات ان بلندیوں کی ان بارگاہوں کی کر جن کے دروازے آج کھلے ہوئے ہیں۔ ارے نافذ کرنا ہے قدرت نے یہ ملک بنا اسی لئے ہے یہ صرف اس ملک میں نہیں یہاں سے جو نور کا منبع نکلے گا۔ وہ ایک دفعہ روئے زمین کو پھر سے اپنی لپیٹ میں لے گا انشاء اللہ العزیز ارے جو کل کہتے تھے نا روسی ناقابل شکست ہے ان سے کہہ دو کہ امریکہ کی شکست بھی قریب ہے امریکہ اس طرح سے ٹوٹے گا کہ اس کی کرچیں سنبھالنا مشکل ہو جائیں گی لیکن ہمیں اس کے ٹوٹنے کی خوشی نہیں ہے ہماری کسی کے اجڑنے کسی کے ٹوٹنے میں کوئی راحت نہیں ہے ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ وہ بھی ٹوٹنے سے بچ جائے اور کہہ دے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ بھی اس نور کو قبول کر لے اور انشاء اللہ وہاں بھی نور اسلام پھیلے گا۔ لیکن اس کا منبع مرکز یہی سرزمین ہو گی اور میں یہ بغیر کسی شک و شبہ کے اللہ کے بھروسے پر میں جو آپ کو کہہ رہا ہوں مجھے اس میں کوئی شک نہیں ہے رائی برابر بھی اور جنہیں اللہ نے بصیرت دی ہے وہ چاہیں تو آج میرے ساتھ دیکھ بھی سکتے ہیں۔

لیکن یاد رکھو! اگر دیکھنا ہے تو خود کو دیکھو اپنے آپ کو تلاش کرو اپنے آپ کو ڈھونڈ نکالو اور اس قافلے میں خود کو شامل کر لو ورنہ کل یہ وقت ہاتھ نہیں آئے گا۔ یہ مت سمجھو کہ ہم اللہ پر احسان کر رہے ہیں ہم دین پر مہربانی کر رہے ہیں نہیں ۔

منت منہ کہ خدمت سلطان می کنی
منت ز او بداں کہ بخدمت گذاشتش

یہ احسان اللہ کا ہے کہ وہ کسی کو قبول کر لے ہمارا نہیں ہے کہ اس کے لئے کام کر رہے ہیں۔ آج موقع ہے آج وقت ہے آج کی یہ بات آج کی یہ تحریک آج کی یہ ساری محنت محض عظمت الٰہی کے لئے ہے کسی فرد کی ذات اور کسی کے مفادات کے لئے نہیں ہے تو میرے بھائی میں آپ سے صرف یہ کہنا چاہوں گا کہ اپنے آپ کو تلاش کر لو خود کو ڈھونڈ نکالو کہاں ہو کسی صحیح مقام پر آ جاؤ۔ آج تمہاری باری ہے آج دو دو چار چار دس دس دوستوں کو ساتھیوں کو لے کر اس دریا میں ڈبو لو یہ نور کا دریا بہہ رہا ہے کل اس کی باری ہو گی جو تمہارا اور میرا محتاج نہیں ہے اس کی عطا کی باری ہو گی میدان حشر ہو گا اللہ کا دین ہو گا اللہ کا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی کتاب ہو گی اور اللہ کا دربار ہو گا۔ خود کو تلاش کرو تمہاری جگہ گزارا کرنے والوں میں ہونی چاہئے یا نفاذ اسلام کرنے والوں میں۔ گزارا تو یہودی کے میں کرتے تھے گزارا تو نصاریٰ کے میں کرتے تھے گزارا تو موحدین کے میں کرتے تھے گزارا تو مسلمان دنیا کے ہر ملک میں کر رہا ہے یہاں بات گزارے کی نہیں بات نفاذ دین کی ہے اور اللہ قادر ہے جب وہ چاہتا ہے تو وہ بندوں کا محتاج نہیں ہے جو کام وہ چاہتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے دین انشاء اللہ العزیز نافذ ہو گا اور اسی سرزمین سے اس کی بنیاد اٹھے گی اور یہ پھر سے روئے زمین پر چھا جائے گا۔ لوگو! اپنے آپ کو اس قافلے میں شامل کر لو۔ آج وقت ہے آج موقع ہے شاید وقت نکل گیا پھر یہ موقع نصیب نہیں ہو گا۔

ہمیں کسی سیاسی پارٹی سے الجھنے کی ضرورت نہیں ہے کسی حکومتی ادارے سے الجھنے کی ضرورت نہیں ہے ہمارا سارا مقابلہ کافرانہ نظام کے ساتھ ہے اس کی حمایت میں جو کھڑا ہوتا ہے وہ ہوتا رہے ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ وہ کتنا بڑا حاکم ہے وہ کتنی بڑی پارٹی ہے وہ کتنا بڑا صاحب اقتدار ہے ہمارا ٹارگٹ باطل نظام ہے اور انشاء اللہ العزیز اس نظام کو نابود کر دیں گے اور یہاں نظام اسلام نافذ کر کے دم لیں گے۔ بڑی سادہ سی بات ہے اور یہ انشاء اللہ ہو کر رہے گا۔ یار یقین پیدا کرو، اپنے آپ میں۔ اس لئے کہ کافر اگرچہ مانتا نہیں ہے لیکن جانتا ہے کافر کے دانشور اور مدبر بھی لرزاں اور ترساں ہیں۔

امریکہ کے صدر نکسن نے اپنی یاداشتیں لکھیں ریٹائرڈ ہونے کے بعد ان میں سرفہرست وہ لکھتا ہے کہ اس وقت روس اور امریکہ کی آپس میں ٹھنی ہوئی تھی تو وہ لکھتا ہے یہ امریکہ والے بے وقوف ہیں روس سے جھگڑا مول لے رکھا ہے اصل دشمن تو اسلام ہے جس کی انہیں خبر ہی نہیں لیکن وہ اٹھ کھڑا ہو گا انہیں بھاگنے کا موقع بھی نہیں دے گا۔ آج بھی ساری توجہ ان کی گلف وار کیوں کرائی گئی مسلمان ممالک پر تسلط کرنے کے لئے مسلمانوں کو کمزور کر کے وہاں اپنی چھاؤنیاں بنانے کے لئے یہاں پر یہ ساری کوششیں کیوں ہو رہی ہیں کہ یہ خطہ ان کے بھی پیش نظر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئیاں بھی یہی تھیں اور اب حالات بھی اس طرف چلتے جا رہے ہیں کہ یہاں سارے ازم ہی ناکام ہوتے چلے جا رہے ہیں اور کوئی چارہ کار باقی نہیں رہتا جا رہا سوائے اسلام کے۔ یعنی من جانب اللہ فضا ایسی بنتی چلی جا رہی ہے کہ سارے ازم ناکام ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

آیئے ہم بھی اس قافلے میں شامل ہوں اللہ ہمیں قبول فرمائے ہمارا جان مال خون ہماری کوششیں ہماری محنت ہمارے مجاہدے ہمارے سجدے ہماری دعائیں ہمارے قیام اور رکوع و سجود نفاذ اسلام کا سبب بن جائیں اگر ہم اس سعادت سے بہرہ ور ہو گئے تو ہم نے دو عالم کو فتح کر لیا اور خدانخواستہ اس سے محروم رہ گئے تو دنیا سے خالی ہاتھ گئے۔ تو میرے بھائی ہمت کرو دیکھتے ہیں مختلف سیاسی جماعتوں کے ووٹ بنانے والے لوگ نفاذ اسلام کے لئے کتنے دوستوں کو اپنے ساتھ لاتے ہیں دیکھتے کہ ہم اپنے اوقات میں سے اپنی ذات سے کاٹ کر کتنا وقت نفاذ اسلام کے لئے وقف کرتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ہم اپنے مال میں سے کتنا حصہ نفاذ اسلام کے لئے وقف کرتے ہیں ہم اپنی کوششوں میں سے کتنی محنت نفاذ اسلام کے لئے وقف کرتے ہیں اگرچہ نفاذ اسلام ہمارا محتاج نہیں ہے لیکن ہم اس بات کے محتاج ہیں کہ اس کے نفاذ میں ہمارا حصہ بھی شامل ہو جائے یہ ہماری ضرورت ہے اللہ کریم ہمیں اس سعادت سے بہرہ ور فرمائے۔

ویزا پراسیسنگ کروانے کیلئے ہماری خدمات حاصل کریں،
INTERNATIONAL AL-AROOJ
العروج انٹرنیشنل اوورسیز ایمپلائمنٹ پروموٹرز
لائسنس نمبر LHR : ۱۵۵۹
اکال والا روڈ۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ (پاکستان)
مینیجنگ ڈائریکٹر: حفیظ الرحمٰن
فون آفس: ۰۴۶۲-۲۵۲۰

# کہاں گئے وہ لوگ

مولانا محمد اکرم صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم نَصْرٌ مِّنَ اللہِ وَ فَتْحٌ قَرِیْبٌ

اللہ جل شانہ کے ارشادات ہمارے سمجھنے کے لئے اور ان پر عمل کرنے کے لئے ہیں۔ ارشادات الٰہیہ کی تفسیر، تعبیر یا تاویل وہ معتبر ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ و علی الہ وسلم سے، خلفائے راشدین سے اور سلف صالحین سے ثابت ہے۔ آج کا کوئی دانشور، کوئی ادیب، کوئی فاضل منطق کے زور سے، فلسفے کی لے پر، گرائمر کی صرف و نحو کے زور سے کوئی مفہوم متعین کرنا چاہے تو وہ مفہوم مردود ہو گا۔ اس لئے کہ کلام الٰہی وہ کلام ہے جسے اللہ کے صرف ایک بندے نے سنا اور دنیا میں کوئی دوسرا گواہی دینے والا انسان نہیں ہے کہ " میں بھی سن رہا تھا یہی آیت نازل ہوئی تھی۔" کوئی ایسا گواہ نہیں ہے جو یہ کہہ سکے کہ " محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہو رہی تھی تو میں بھی سن رہا تھا۔ وحی میں یہی آیت نازل ہوئی تھی" یہ کوئی نہیں کہہ سکتا۔ یہ صرف ایک ہی ہستی ہے جس کی صداقت پر صداقت کو ناز ہے۔ رب کریم نے کسی کافر کو بھی یہ توفیق نہیں بخشی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹا الزام لگائے۔ جنہوں نے اسلام کا انکار کیا کسی نے یہ وجہ بتائی کہ ہمارے آباؤ اجداد کی بات کا رد ہوتا ہے اس لئے ہم اس طرف نہیں آتے لیکن کوئی نہ کہہ سکا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ بولتے ہیں۔ جادوگر کہا، شاعر، مجنوں کہا، جھوٹا نہیں کہا کسی نے۔ بلکہ " صادق و امین " بدترین دشمن و کفار بھی اس لئے کہتے تھے کہ منشائے باری ہی یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کبھی مجروح نہ ہو کہ پوری نسل انسانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے گواہ ہیں سارے کلام باری کے۔ کلام باری میں وہ تقدس، اور وہ لطافت ہے کہ سوائے محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرا کوئی سن نہیں سکتا۔ دوسرے کو سننے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی احتیاج ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سن سکتا ہے براہ راست کوئی نہیں سن سکتا۔ اس براہ راست سننے کے لئے وہ پاکیزگی، وہ لطافت، عصمت کا وہ معیار اور تعلق باللہ کا وہ مقام چاہئے جو دنیا میں صرف ایک ہستی کا ہے اور وہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

جس طرح کلام الٰہی کو صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا اسی طرح اس کے مفاہیم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھے۔ جس طرح لوگوں کو کلام باری سنانا فریضہ نبوت ہے۔ اسی طرح فریضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ قرآن کا مفہوم بھی بتایا جائے۔

لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فریضہ منصبی ہے کہ لوگوں کو آپ صلی اللہ

علیہ وسلم بتائیں کہ ان پر کیا نازل ہوا؟ جو نازل ہوا اس کا مفہوم اور معنی کیا ہیں؟ ہماری محرومی کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ہم نے قرآن کو تو نہ بدلا' بدل سکتے نہیں تھے کہ قرآن کے الفاظ کو اللہ کی حفاظت قرآن کے مفاہیم کو بھی حفاظت الٰہیہ حاصل ہے۔ کوئی بدل نہیں سکا' اصل کو کوئی گم نہیں کر سکا لیکن تراجم میں' مفاہیم میں لوگوں نے ٹھوکریں کھائیں۔ جس طرح اس ایت کریمہ میں

**نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ**۔ اب آج کے زمانے میں ہمارے ذہن میں جو مفہوم ہے وہ یہ ہے کہ تم رب رب کرو' دعائیں کرو' دیگیں پکاؤ' ختم پڑھاؤ' چلے لگاؤ' وظیفے پڑھو' مراقبے کرو' تہجد پڑھو تو اللہ کی مدد آئے گی اور تمہیں فتح ہو جائے گی۔ جو کام کرنا چاہتے ہو وہ ہو جائیگا۔ لیکن اگر اس نصرت الٰہیہ کو اگر ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعین کردہ مفہوم میں تلاش کریں تو یہ آیہ کریمہ میدان کارزار میں میں ' کفر وشرک کے مقابلے میں ' ظلم و جور کے مقابلے میں جو وسائل اللہ نے تجھے دیے ہیں انھیں تو سر میدان لے جا اور اپنے آپ کو لوگوں پر مسلط کرنے کے لئے نہیں' کسی کا مال لوٹنے کے لئے نہیں' اپنی شہرت کے لئے نہیں' کسی دنیوی مقصد کے لئے نہیں' احقاق حق کے لئے ' ابطال باطل کے لئے ' ظلم کو مٹانے کے لئے اور کفرو شرک کے سامنے بند باندھنے کے لئے تو اپنے وسائل لے جا۔ پھر یہ اللہ کے ذمے ہے کہ وہ تیری مدد کرے اور اس بات کی فکر چھوڑ دے کہ تو تنہا ہے۔ تو تنہا نہیں ہے۔ تیرے ساتھ اللہ کی مدد ہے اور تیرے سامنے شکست کا کوئی گمان نہیں آ سکتا۔ اللہ کو زیب نہیں دیتا۔ اللہ کی قدرت اسکی طاقت ' اس کی مدد کو زیب نہیں دیتا کہ تو سر میدان شکست کھا جائے۔ فتح تیرا مقدر ہے' تیرا حصہ ہے اور اگر کہیں شکست ہوئی' ہزیمت ہوئی تو یاد رکھنا یا تو نے وسائل میں کمی کی ہوگی یا تیرے خلوص میں کمی ہو گی یا تیرے ارادوں میں۔ کہیں کوئی ایسی جھول ہو گی کہ اس پر کامل نصرت الٰہیہ وارد نہیں ہوئی۔

آپ تاریخ سے پوچھئے' مورخ سے پوچھئے۔ تاریخ مجبور ہے اس حقیقت کو ماننے پر کہ مسلمان جس طرف رخ کرتے تھے دریا' پہاڑ اور صحرا ان کا راستہ چھوڑ دیتے تھے۔ یوں لگتا تھا کہ صحرا سمٹ گئے۔ مسلمانوں کے ایک لشکر نے پندرہ دنوں میں ایک صحرا کا فاصلہ طے کیا جو عام طور پر تین مہینوں میں کی منزل تھی۔ ملٹری سڑیٹجی کے ماہرین ابھی تک اس پر بحث کرتے ہیں کہ اونٹوں اور گھوڑے پر اتنی رفتار انھوں نے کیسے رکھ لی۔ اور اگر اس رفتار سے انھوں نے اونٹ اور گھوڑے چلائے تو انھیں اس صحرا میں انھوں نے اتنا پانی کہاں سے مہیا کیا۔ اور اگر وہ پانی انھیں اونٹوں پا لادا تو خود کس پر بیٹھ کر گئے؟ بندے کیسے پہنچے؟ جو ماہرین ہیں فن حرب کے' مغرب و مشرق کے' دنیا کے وہ ابھی تک اس میں سرگرداں ہیں کہ یہ بات منطقی طور پر سمجھ میں نہیں آتی وہ لوگ پندرہ دنوں میں کیسے پہنچ گئے؟

نور الدین زنگی رحمتہ اللہ مصر میں تھا۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے خواب میں حکم دیا۔ فرمایا (یار بات یہ ہے کہ لوگوں پر نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو اعتماد تھا۔ انھیں خواب میں آ کر بھی حکم دیتے تھے۔ اب ساری جگہ کو پھیل رہا ہے مجھے اور آپ کو تو خواب میں آ کر نہیں کہتے۔ کیوں ؟ شاید ہم نے نبی علیہ السلام کا وہ اعتماد کھو دیا جو ان لوگوں کو حاصل تھا۔ کیسی عجیب بات ہے کہ دنیا میں دو سو کروڑ ' دو ارب مسلمان ہیں اور کسی ایک کو اللہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ حکم نہیں دیتا کہ اللہ کے لئے میدان میں نکلو کیوں؟ کیا اللہ کے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو غلبہ دین نہیں چاہیے؟ کیا اللہ کے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو کفر کو مٹانے کی ضرورت نہیں رہی؟ کیا ظلم و جور کے مقابلے کی ضرورت نہیں رہی! کیسے لوگ تھے وہ کہ ملک کا سلطان ہے' حکمران ہے' بادشاہ ہے اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام خواب میں آکر حکم دیتے ہیں)۔" مدینہ منورہ پہنچو۔ یہ دو کتے مجھے تنگ کر رہے ہیں۔" اور وہ بندہ بھی مصر سے اپنے سارے لشکر سمیت نکلا۔ وہ جو اپنی گارڈ ساتھ لیجانا چاہتا تھا اور مصر سے

چل کر گھوڑے کی پیٹھ پر سولھویں دن مدینہ موجود تھا۔ آپ موٹر پر نہیں پہنچ سکتے۔ آج کی تیز رفتار کسی کار کسی گاڑی پر آپ مصر سے مدینہ منورہ سولھویں دن لشکر سمیت پہنچ کر دربار نہیں لگا سکتے۔ اس نے پندرہ دن راستے میں لئے۔ سولھویں دن وہ مدینہ منورہ میں دربار لگائے ہوئے تھا اور لوگوں سے ملاقات کر رہا تھا۔

لیکن یار وہ جیسے بھی تھے آج ہم ان پر تنقید کرتے ہیں، آج ان کو الزام دیتے ہیں اور اپنی تحقیقات پر فخر بھی کرتے ہیں لیکن یہ بھول جاتے ہیں کہ وہ کیا لوگ تھے جن پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اعتماد تھا کہ برزخ سے توجہ فرما کر انھیں حکم دے رہے ہیں کہ یہ کام کر دو۔ مجھے نہیں دیتے، آپ کو نہیں دیتے کیوں؟ پتا ہے اللہ کو بھی اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کو یہ صرف اپنے مفادات کے تحفظ کو اسلام سمجھتے ہیں۔ اس نصرت الہیہ کو اگر ہمیں تلاش کرنا ہے تو میرے بھائی نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے دعا کی اور کفر کو شکست ہوئی۔ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے! عجیب بات ہے اللہ نے لڑنے کے لئے فرشتے بھیج دیے کفار کی گردنیں مار دیں۔ انھیں باندھ دیا۔ مکہ کے بڑے بڑے پہلوان کمزور دبلے پتلے صحابہ نے رسیوں میں جکڑ کر باندھ دیے۔ ان سے بعد میں ان کے دوست پوچھتے تھے کہ "تم اتنے تگڑے سات فٹ کے جوان ہو وہ جو مسلمان تمہیں قید کر کے لے گا، بھوک افلاس کا مارا ہوا، کمزور سا، ساڑھے چار فٹ کا بندہ تھا تو تم ہاتھ پاؤں بھی نہ ہلا سکے۔ اس سے رسی نہیں تڑوا سکے۔" وہ کہتا تھا کہ یار مجھے کچھ سمجھ نہیں آئی میرے بازو تو اتنے سنگین ہاتھوں میں تھے کہ میں تو حرکت کرنے کا سوچ بھی نہ سکا۔ فرشتوں نے پکڑ کر باندھ دیے، فرشتے لڑتے، فرشتوں نے مقابلے کیا۔ لیکن کیا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں بیٹھ کر دعا فرما دیتے تو فرشتے لڑنے کو نہ آتے۔ لیکن نصرت الہیہ کا جو اصول آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا وہ یہ تھا کہ جو وسائل موجود تھے جس میں چھ زرہیں، آٹھ گھوڑے، دو تلواریں اور یہ لشکر جا رہا ہے کفار و مشرکین مکہ سے مقابلے پر جس میں ہزار جنگجو Selected (منتخب کردہ) جوان ہے مکہ کا۔ سلیکٹڈ جنگجو آدمی ہے اور پوری طرح مسلح ہے۔ ان کے مقابلے میں یہ وسائل لیکر تین سو تیرہ کا لشکر جس میں کچھ ضعیف او ربوڑھے ہیں کچھ بچے ہیں۔ جو جوان ہیں ان کے پیٹ خالی ہیں۔ لباس! کسی کے پاس ایک چادر ہے جو اس نے کمر سے لپیٹ کر گردن کے اوپر باندھ لی ہے اور کسی کے پاس دو چادریں ہیں۔ بہت کم لوگ ہیں جن کے پاس پورا لباس ہے۔ اور کھانے کو میدان بدر میں نبی علیہ السلام نے پانچ پانچ کھجوریں فی کس دی تھیں۔ یہ راشن ہے لشکر کا اور لڑنے جا رہا ہے مشرکین مکہ کے منتخب اور چنے ہوئے بہادروں کے لشکر ساتھ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کو میدان میں صف آرا کر کے دعا فرمائی اور بڑے اہتمام سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں چھڑی تھی کسی کے پیٹ پر لگائی پیچھے ہو جاؤ، کوئی پیچھے کھڑا ہے اس کی پشت پر لگائی آگے ہو جاؤ۔ صفیں درست کرائیں، اسلحہ دیا، تیر انداز یہاں ہوں گے، نیزہ باز فلاں جگہوں پر، فلاں فلاں جگہ امیر فلاں ہو گا۔ اس کا جھنڈا وہ ہو گا اس کا یہ ہو گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پرواہ نہیں کی کہ ہمارے پاس اسباب کیا ہیں؟ جو تھے پورے اہتمام، پوری تنظیم کے ساتھ انھیں کھڑا کر کے عریش بدر میں، اس جھونپڑی میں تشریف لے گئے جو گھاس سے، بدر کے میدان میں، میدان جنگ میں کمانڈر کے لئے، محمد رسول اللہ علیہ وسلم کے لئے رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نور مجسم کے لئے، خلق عظیم کے لئے بنائی گی ہے۔ جس میں آ کر (جو کمانڈر کا مورچہ تھا، جنگی حکمت عملی کا رز تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سربسجود ہوگئے اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی" بار الہا! سارے کا [illegible] اسلام میں نے میدان جنگ میں رکھدیا، سارے کا سارا۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں۔ فرمایا سارے کا سارا اسلام میں نے تیرے راستے میں بچھا دیا۔ اگر

یہ لوگ یہاں کھیت رہے **فَلَنْ تُعْبَدُ اَبَدًا**۔ قیامت تک کوئی تیرا نام لینے والا نہیں ہو گا۔ یہ تین سو تیرہ ضائع نہیں ہوں گے تیری اپنی مخلوق ضائع ہو جائیگی۔ تجھ سے تیرے نام سے، تیری ذات سے، تیری معرفت سے محروم ہو جائیگی۔ اللہ! ان کی مدد فرما۔ اس کا جواب ہے **نَصْرٌ مِنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ** جب اللہ کی نصرت آتی ہے پھر وسائل پر، افراد پر، کمی بیشی پر نہیں بلکہ نصرت الٰہیہ پر نظر رکھو۔ فتح کبھی اس سے الگ نہیں ہوتی، دور نہیں ہوتی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہوتی ہے۔

ہم نے سمجھوتہ کر لیا، ہم نے کافرانہ ماحول کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا۔ ہم نے معیشت کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا، ہم نے کافرانہ سیاست کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا۔ ہمیں کب زیب دیتا ہے کہ ہم نصرت الٰہیہ کی بات کریں۔ ہمیں زیب ہی نہیں دیتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے۔ **فِدَاهُ اَبِیْ وَاُمِّیْ**۔ فرماتے ہیں جو برائی کو دیکھے اسے چاہیے کہ اسے ہاتھ سے مٹا دے۔ کمزور ہے نہیں مٹا سکتا تو علی الاعلان اس کی مزمت کرے، اسے برا کہے کہ یہ برائی ہے، غلط ہے۔ یہ بھی نہیں کر سکتا وہاں سے الگ ہو جائے۔ اور **ذَالِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ** سب سے کمتر درجہ ایمان کا یہ ہے کہ خود کو اس برائی سے الگ کر لے۔ ہم تو یہ بھی نہیں کر سکے۔ کیا ہم نے اپنے آپ کو سودی معیشت سے الگ کر لیا؟ کیا ہم باطل سیاست سے الگ ہو گئے؟ اس میں حصہ نہیں لیتے؟ کیا ہم غیر اسلامی عدلیہ اور غیر اسلامی طریقہ انصاف سے الگ ہو گئے؟ نہیں ہوئے تو ہمارے پاس تو ایمان کا کمزور درجہ بھی نہیں۔ نصرت کس کی؟ اور کس کے لئے؟

نصرت الٰہیہ آج بھی دور نہیں ہے۔ اللہ نہیں بدلا نہ اس کا کوئی وصف بدلا ہے، اللہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بدلا نہ نبوت بدلی ہے۔ آج بھی ہم پڑھتے ہیں محمد رسول اللہ ۔" (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اس کے ساتھ کان نہیں پڑھا جاتا کہ تھے۔ آج کوئی یہ کلمہ نہیں پڑھتا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول تھے۔ کوئی پڑھتا ہے اور اگر کوئی پڑھے تو کیا وہ مسلمان ہے؟ سیدھی بات ہے آج بھی رسول ہیں میرے بھی رسول ہیں، تیرے بھی رسول ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ مجھ پر اور تجھ پر تیرا میرا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اعتبار نہیں کرتا۔ کیوں؟ ہمیں حکم کیوں نہیں دیتا؟ کہ باطل کے خلاف ڈٹ جائیں۔ ہمیں دعوت کیوں نہیں دیتا میدان عمل میں اترنے کی۔ اس لئے کہ مکہ مکرمہ میں ہجرت کے وقت کچھ لوگ ایسے تھے جن کا خیال یہ تھا کہ ہم اسلام قبول کرتے ہیں، مسلمان ہیں، کلمہ پڑھتے ہیں جو آپ کہتے ہیں عقیدہ وہی ہے۔ نمازیں بھی پڑھیں گے لیکن اتنی بیزاری نہیں کہ ہم بالکل کفار مکہ سے الگ ہو جائیں۔ آخر ہماری برادری ہے، رشتہ دار ہیں، بہن بھائی ہیں، ماں باپ ہیں، ان کے ساتھ کاروبار ہے، لین دین ہے۔ ہم ہجرت و جرت نہیں کریں گے۔ ہم رہیں گے ان کے ساتھ ہی، رہیں گے مسلمان۔ اللہ نے قرآن میں فرمایا کہ جو تمہارے ساتھ ہجرت نہیں کرنا چاہتا اور ان کے ساتھ رہ کر مسلمان رہنا چاہتا ہے اسے مسلمان مت سمجھنا، وہ کافر ہے۔

اسلام قبول کرنا صرف اسلام نہیں ہوتا۔ رد کفر قبولیت اسلام سے پہلے ضروری ہے۔ اسلام کا فلسفہ ہی اپنا ہے۔ دنیا کے جتنے فلسفے ہیں وہ ایجاب سے شروع ہوتے ہیں۔ ہر فلسفہ یہ کہتا ہے کہ مجھے مانو۔ اسلام انکار سے شروع ہوتا ہے ایجاب سے نہیں۔ آپ نے غور فرمایا اسلام کی بنیاد انکار پر ہے۔ وہ کہتا ہے لا الہ (کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں) سب کی نفی کر دو۔ جب کوئی بھی نہیں رہے گا تب کہو الا اللہ۔ اللہ ہے۔ کوئی چھوٹا بڑا، کوئی پیلا سبز، کوئی نیلی بروزی، کوئی نہیں اور تم چھوٹا بڑا مان کر ساتھ کہہ دو اللہ بھی ہے یہ اسلام نہیں ہوگا۔ پہلے سب کی نفی کر دو۔ کوئی بھی اس قابل نہیں ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ لا الہ۔ اور لا الہ پہ رک جانا صریح کفر ہے یعنی اگر کوئی اس

بات پر جم جائے کہ میں کسی کو معبود نہیں مانتا تو وہ کافر ہے۔ تو پھر اتنا خطرناک کام، اتنا مشکل راستہ اسلام نے کیوں اپنایا؟ اتنا خطرناک کام، اتنا تنگ پل کیوں رکھا کہ کوئی لا الہ کہہ کر اسی پر ہی نہ رک جائے۔ فرمایا جب لا الہ نہیں کہے گا اس الا اللہ کا مزہ ہی نہیں آئے گا، کچھ مدد تو وہ بھی کرے گا۔ فرمایا اسے سب کا انکار کر لینے دو پھر میرا اقرار کرے گا تو مزہ آئیگا۔ ایک میں ہوں گا ایک میرا بندہ ہو گا، مزہ تب آئے گا۔

ہمارے الا اللہ سے پہلے بے شمار معبود ہیں جن سے ہم نے امیدیں وابستہ کر لیں۔ جن کی رنجش یا ناراضگی سے ہم ڈرتے ہیں یا جن کا لحاظ ہمیں کھینچے کھینچے پھرتا ہے۔ آج ہمارے بعض فرق بڑا زور لگاتے ہیں کہ جی خلافت میں۔ خلفائے راشدین کی بیعت صحیح نہیں ہوئی۔ جن کی رنجش یا ناراضگی سے ہم ڈرتے ہیں یا جن کا لحاظ ہمیں کھینچے کھینچے پھرتا ہے۔ آج ہمارے بعض فرقے بڑا زور لگاتے ہیں کہ جی خلافت میں، خلفائے راشدین کے بیعت صحیح نہیں ہوئی۔ بت پرانی بات ہے، بت بڑے لوگ تھے جنھوں نے بیعت کی، بت عظیم لوگ تھے جنھوں نے بیعت لی۔ قرآن ان کی بیعت لینے کی استعداد کی تعریف کرتا ہے۔ بیعت کرنے والوں کی، بیعت کرنے کی تعریف کرتا ہے اور قرآن حکیم کے مقابلے میں تاریخ کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس لئے کہ قرآن کا ارشاد ہے اور تاریخ کا مصدر ہے من افواہ الناس۔ لوگوں کی منہ۔ تاریخ کہاں سے بنتی ہے۔ من افواہ الناس۔ لوگوں کے زبانوں سے تاریخ بنتی ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں وہ تاریخ میں آ جاتا ہے۔ جو اس عہد کے لوگ، جو لکھنے والا، جو مورخ سمجھتا ہے وہ لکھ دیتا ہے۔ اس لئے تاریخ کی حیثت قرآن کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ بلکہ تاریخ قرآن کی تصدیق کی محتاج ہے۔ جہاں قرآن اس کی تائید کرتا ہے تاریخ صحیح ہے۔ جہاں قرآن اس کو رد کرتا ہے تاریخ غلط ہے۔ آپ اس بات کو چھوڑیں کہ بیعت کیا تھی؟ اس بات پر آیئے کہ بیعت خلافت یا بیعت امارت کیا تھی؟ وہ تائید کی جاتی تھی کہ یہ بندہ اس قابل ہے کہ اسے امیر یا خلیفہ بنایا جائے۔ انھوں نے خدانخواستہ غلط کی تو ہم تو صحیح کرتے ہیں نا۔ اچھے لوگوں کو ووٹ دیتے ہیں۔ میں اور آپ جو ووٹ دیتے ہیں کیا یہ بیعت نہیں ہے؟ یہ تائید نہیں ہے کہ اس علاقے کا ذمہ دار بنایا جائے؟ یہ بیعت نہیں ہے؟ یہی تو بیعت ہے ۔ اس زمانے میں بیعت میں کوئی آدمی کے سینگ نہیں نکل آتے تھے۔ وہ بھی اپنی رائے کا اظہار کرتا تھا کہ میں تائید کرتا ہوں اس بندے کی۔ اس زمانے میں زبانی کہہ کر ہاتھ کھڑا کرکے یا ہاتھ رکھ کر تائید کرتے تھے ہم پرچی کاٹ کر کر دیتے ہیں۔ کرتے وہی کام ہیں۔ جن کی ہم بیعت کر رہے ہیں یہ سب کیسے ہیں؟ جن کی ہم بیعت امارت کر رہے ہیں اگر وہ سارے چوروں کے پیرو کار ہیں۔ کیا اس نظام کے لئے ہم نے کبھی سوچا کہ ہم مسلمان ہیں اور مسلمانوں کا اپنا ایک نظام حیات ہے قرآن کا، سیرت کا، خلفائے راشدین کا، سلف صالحین کا چودہ سو سالہ تاریخ ہے مسلمان کے پاس۔

امریکہ کی جمہوریت امریکہ کو راس ہو گی اور ہوا کرے ہمیں اس سے کیا غرض برطانیہ کی جمہوریت برطانیہ کو راس ہو گی اور ضرور ہو، روس کا سوشلزم روس کو راس ہو گا، ہو، ہمیں کیا اعتراض ہے، چین کا سوشلزم چین کو پسند ہو گا ہوا کرے۔ لیکن مسلمان کو کیا مصیبت ہے کہ وہ برطانوی جمہوریت اپنائے یا امریکی جمہوریت اپنائے۔ وہ کیوں نہ محمد صلی علیہ وسلم کی غلامی اپنائے، کیوں نہ اسلامی طریقہ انتخاب اپنائے کہ کیسے اسلام کسی کو امیر بننے کا یا چننے کا طریقہ بتاتا ہے۔ کس بندے میں امارت کی اہلیت ہے۔ اسلام کیا کہتا ہے؟ امیر کے کیا فرائض ہیں؟ کیا ذمہ داریاں ہیں؟ کیا حقوق ہیں؟ کیا کچھ وہ ہم سے لے سکتا ہے؟ ہمیں اسے کیا کچھ دینا ہے؟ کیا یہ سب ہمارے اپنے سارے نظام حیات میں نہیں ہے؟ اور اگر ہے تو ہم کسی دوسرا کا رستہ کیوں اپنائیں؟

حیرت ہوتی ہے کہ وزیر اعظم سے لیکر سیاست دان

تک اور پیر صاحب سے لے کر علمائے کرام تک جمہوریت کے وہم میں مبتلا ہیں۔ جمہوریت کیا ہے؟ ہم کس کا بچہ پال رہے ہیں؟ یہ جو موجودہ جمہوریت ہے کہ بچہ کس کا ہے؟ نسل کس کی ہے؟ اس کی عادات کیا ہیں؟ خصائل کیا ہیں۔ اس کا پھل کیا ہے؟ یہ جنس کیا ہے؟ کس کو ہم پال رہے ہیں؟ جمہوریت کو خطرہ ہو گیا۔ کون سی جمہوریت کیا جمہوریت؟ ارے میرے بھائی یہ سارا دھوکا ہے' فراڈ ہے۔ اسلام کی بنیاد عدل پر ہے۔ جھوٹ پر نہیں دھوکے پر نہیں۔ فراڈ پر نہیں۔ اگر کسی قوم کو جمہوریت راس ہے تو ہوا کرے۔ ان سے ہماری بحث نہیں لیکن جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہے اسے زیب نہیں دیتا کہ اپنے لئے وہ طریق منتخب کرے جو کافروں کا بنایا ہوا ہے اور اگر یہ سمجھوتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم' صحابہ کرام کرتے تو مکہ مکرمہ میں اسلام پہلا مذہب نہیں تھا۔ بے شمار مذاہب تھے مکہ مکرمہ میں۔ بت پرستوں میں بھی ایسا اختلاف تھا کہ باپ جس بت کو پوجتا تھا بیٹا اس کو نہیں پوجتا تھا۔ میاں کا اپنا بت تھا' بیوی کا اپنا۔ اس حد تک جاتے تھے وہ کہ جو لات کو ماننے والے تھے وہ عزیٰ کو نہیں مانتے تھے۔ جو عزیٰ کو مانتے تھے وہ لات کو گالیاں دیتے تھے۔ یہ نہیں کہ سارے سب بتوں کو مانتے تھے۔ سورج کے پجاری الگ تھے۔ چاند کو پوجنے والے الگ فرشتوں کی پرستش کرنے والے الگ تھے۔ جنوں کو پوجنے والے الگ اور نجومیوں اور کاہنوں کی عبادت کرنے والے الگ تھے۔ یہ سارے طبقے تھے مشرکین و کفار مکہ کے۔ ساتھ یہودی بھی تھے ان کے مختلف طبقے تھے' ساتھ نصرانی بھی تھے نصرانیوں کے بھی مختلف طبقے تھے۔ اتنے مذاہب تھے وہاں کہ بندہ گن نہیں سکتا۔ نصاریٰ کو ہجرت کی ضرورت پیش نہ آئی' یہودیوں کو ہجرت کی ضرورت پیش نہ آئی' مختلف بتوں کے پجاریوں کو' آتش پرستوں کو' سورج کی پوجا کرنے والوں کو اور کسی کو ہجرت کی ضرورت پیش نہ آئی مسلمانوں کے ساتھ کیوں تصادم ہو گیا؟ اس لئے کہ مسلمان صرف اپنا الگ عقیدہ نہیں اپنا الگ نظام حیات بھی بتاتے تھے۔ اہل مکہ کا جو طرز حکمرانی تھا اسلام نے اسے رد کر دیا۔ اس نے اپنا طریقہ بتایا۔ ان کا جو طریقہ انصاف تھا اسلام نے یہ کہہ دیا کہ یہ باطل ہے۔ انصاف اس طرح سے کیا جائے۔ ان کا جو طریق حکومت بنانے اور چننے کا تھا اسلام نے اسے رد کر دیا ان کا جو معاشی نظام تھا اسلام نے رد کر دیا۔ اور آج ---- ہم نے ان سب باتوں پر کفر سے سمجھوتہ کر لیا۔ آج تو ہمارا کھانے پینے کو بلکہ کھانے پینے کو بھی چھوڑو یار بچے پیدا کرنے کا ٹائم ٹیبل بھی یہودی آ کر بتاتے ہیں کہ اتنے بچے تمہارے پیدا ہونے چاہئیں اس سے زیادہ نہیں ہونے چاہئیں۔ کھانا پینا تو دور کی بات ہے آج تو اس ملک پاکستان کے مسلمانوں کی نسل کے بڑھنے کی اجازت یہودی اور امریکہ دے تو بڑھ سکتی ہے' نہ دے تو بڑا ظلم کر رہے ہو تمہیں بچہ پیدا نہیں کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ امریکہ کو پسند نہیں۔

کون سی آزادی ؟ کون آزاد؟ کون مسلمان؟ کس کی بات کرتے ہو یار؟ کس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آ کر بتائیں کہ اٹھو اور میرے لئے کام کرو؟ کس کو؟ ہمیں؟ جو اس نظام سے سمجھوتہ کئے ہوئے ہیں۔ ہم میں اتنی جرات ہوتی' ہم میں اتنی غیرت ہوتی' ہم میں اتنی حمیت ہوتی تو یہ نظام یہاں پھلتا پھولتا؟ یہ جرات یہودی نظام کی اور جرات امریکہ کی! تم کہتے ہو فوجی پالیساں امریکہ دیتا ہے' ہمارا سیاسی نظام اور سیاسی حکومتیں امریکہ دیتا ہے اور بڑا ظلم کرتا ہے۔ اس کو چھوڑو میں آپ سے یہ کہتا ہوں کہ ہماری اولاد کو پیدا کرنے کی اجازت دینے پر امریکہ بیٹھا ہے۔ یہ آپ کی خاندانی منصوبہ بندی کی جو وزارت ہے اس کے سارے اخراجات امریکہ دیتا ہے' سارا سسٹم وہ چلاتا ہے۔ اس قوم میں بھی کوئی غیرت نام کی چیز ہو سکتی ہے جس کے تو توالد و تناسل پہ کسی دوسری قوم کا کنٹرول ہو۔ ہم تو بنی اسرائیل سے بھی گئے گزرے ہیں وہ فرعون کے پنجے میں تڑپتے تو تھے کہ ہمارے جو بچے چاہتا ہے زندہ رکھتا ہے جو چاہتا ہے مار دیتا ہے۔ اس پر وہ تڑپتے تھے۔ ان کی فریاد پر تو اللہ نے

موسیٰ علیہ السلام کو پیدا کر دیا۔ ہمارے لئے کب بھیجے گا کسی موسیٰ کو؟ کیا آج کسی موسیٰ کی ضرورت نہیں ہے؟ کیا اس فرعون کے مقابلے میں کوئی کھڑا نہیں ہو گا؟ کیا اس فرعون کو روکنے کی ضرورت نہیں ہے؟ یا کیا آپ اسے اسلام سمجھتے ہیں کہ مسلمان کی اولاد بھی کسی یہودی کی اجازت کی محتاج ہو؟ اور اگر ہم اتنے ہی گر گئے ہیں تو نصرت الہیہ کہاں سے آئے گی؟ کس کے لئے آئے گی؟ یہ تو ان لوگوں کے لئے ہے جو سر ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں۔

پتہ ہے اس سب کا سبب کیا ہے؟ میری ناقص رائے میں' میری ناقص سمجھ میں یا جو کچھ میں سمجھ سکا ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ ہم زندہ رہنا چاہتے ہیں' ہم اس دنیا کو چھوڑنا نہیں چاہتے جبکہ اسلام موت کو حیات کہتا ہے۔ اسلام کا فلسفہ یہ ہے کہ موت آبرومندانہ ہونی چاہئے۔ زندگی کو چھوڑو زندگی ہمارا مسئلہ ہی نہیں ہے۔ ہمیں مرنا ہے۔ آج بھی اگر ہمیں یہ شعور آجائے' اگر بیٹھ کر یہ سوچیں! میں نے صبح ناشتے کے لئے جا رہا تھاس تو ایک بوڑھا سا آدمی نظر پڑا۔ بارش میں اس نے چھتری لگا رکھی تھی۔ میں رک گیا۔ گاڑی میں ساتھ بٹھا لیا کہ بارش ہے آ جاؤ۔ شروع شروع میں جب حضرت رحمتہ اللہ علیہ یہاں تشریف لائے اور آپ سے ملاقات اور تعارف ہوا اس زمانے میں وہ ہمارا ساتھی تھا۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا بڑا شیدائی' آپ کی تقریریں سننے کا بڑا شوقین۔ آپ نماز میں تلاوت بڑی غضب کی فرماتے تھے۔ تو وہ اس اہتمام سے کہ جب کبھی حضرت نے نماز پڑھائی ہو تو نصیب ہو جائے آ جاتا تھا۔ تو تھوڑی دیر جو سفر تھا اس میں بڑی بات چلتی رہی۔ میں نے کہا حاجی صاحب! یاد ہے ہم نے کیا کیا کھویا؟ کیسے کیسے لوگ؟ کیسا کیسا زمانہ؟ کیسا کیسا عہد؟ کیسی کیسی گھڑیاں تھیں جن کی اب ہمارے پاس صرف یاد رہ گئی ہے۔ اس پورے علاقے میں تم ایک بندے ہو کہ مجھے اتفاقاً مل گئے تو وہ ساری باتیں سامنے آگئیں۔ کل کو تم بھی نہیں ہو گے تو مجھے کوئی یاد دلانے والا بھی نہیں ہو گا۔ بارشیں برس رہی ہیں' زمین آباد ہے' سبزے اگ رہے ہیں' مکان نئے نئے بن رہے ہیں لیکن وہ مکین کہاں گئے جو ہمارے محبوب تھے' جنھیں دیکھ کر ہم جیتے تھے' جنھیں دیکھ کر ہمارا چہرا سرخ ہو جاتا تھا' جنہیں دیکھ کر ہمارے دل خوشی سے کھل اٹھتے تھے؟ کہاں ہیں وہ لوگ؟ کہاں ہے وہ وقت جب ہمیں تھکاوٹ کا احساس نہیں ہوتا تھا؟ کہاں گئیں وہ راتیں جن میں ہمیں نیند نہیں آیا کرتی تھی؟ کہاں گئی وہ قوت جب ہم کسی کی پرواہ نہ کرتے تھے؟ یہ سارا کچھ چلا گیا۔ اس کا مطلب ہے ہم بھی چلے جائیں گے۔ کوئی فرق نہیں پڑے گا اگر اتنے لوگ چلے گئے اللہ کا جہاں آباد ہے جب تک چاہے گا' رکھے گا۔ اس نظام کو کوئی فرق نہیں پڑا تو اس کا مطلب ہے ہم بھی جانے والے ہیں۔ کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تو کیا آدمی کی اتنی سی حیثیت ہے؟ نہیں ہم جانے کے لئے نہیں ہم رہنے کے لئے بنے ہیں' ہم زندگی کے لئے بنے ہیں اور ہماری زندگی اس میں ہے کہ ہم وہ قطرہ بنیں جو سمندر میں گر کر سمندر بن جاتا ہے۔ اپنی جان' ننھی سی جان' یہ کمزور سا وجود یہ چھوٹی سی امانت جو ابھی ہمارے پاس ہے اسے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لٹا دو' موت تم سے کوسوں دور بھاگے گی۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ

خبردار! کبھی میرے ان بندوں کو جنہوں نے جانیں میری راہ میں لٹا دیں انہیں مردہ مت کہنا۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا اللہ نے خیالوں پر پہرے بٹھا دیئے کہ کبھی ایسا سوچنا بھی مت کہ جس نے میری راہ میں جان دی وہ مر گیا۔ مت سوچنا ایسا' گمان بھی مت کرنا۔

ہم نے اس دال روٹی کو زندگی سمجھ لیا۔ ہم نے اس شب و روز کی نیند کو اور لحاف میں پہلو بدلنے کو زندگی سمجھ لیا۔ یہ زندگی نہیں ہے۔ زندگی کسی پر جان ہارنے میں ہے' زندگی موت میں ہے' بقا فنا میں ہے' عیش کچھ کھونے میں ہے۔ امارت کچھ لٹانے میں ہے۔ ہم الٹ گئے۔ یار! ہم لالچ میں پڑ گئے۔ ہم نے سمجھا پیسے جمع کرنے میں امارت ہے'

ہم نے سمجھا کہ زندہ رہنا ہی زندگی ہے۔ نہیں، مرنا زندگی ہے ہمیں توفیق دے اور اگر آج بھی ہم فیصلہ کر لیں۔ ایک لحہ چاہئے واپسی کے لئے۔ یَھْدِیْ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ جیسے ہی آپ رکیں گے دست قدرت آپ کا ہاتھ تھام لے گا کہ آؤ میں تمہارے ساتھ ہوں لیکن اگر ہم اس سے دور بھاگتے رہے تو پکڑے گا نہیں۔ اسے زیب ہی نہیں دیتا، اسے احتیاج نہیں ہے کہ کسی کو خواہ مخواہ پکڑے۔ اسے کیا ضرورت ہے؟ لیکن کوئی اس کے بھروسے پر رک جائے اور وہ ضائع ہو جائے، یہ بھی اسے زیب نہیں دیتا۔ اسے وہ ضائع نہیں ہونے دیتا۔

تو میرے بھائی! صرف ترانوں سے بات نہیں بنے گی۔ یہ ترانے زبان سے نہیں اپنے عمل سے میدان جنگ میں پڑھنا ہوں گے۔ ہمارا ایک ملک ہے اللہ نے ہمیں یہ ملک دیا ہے، ہم ایک قوم ہیں، ہمارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے، ہمارے پاس کتاب ہے، ہمارا اللہ ہے، ہمارا دین ہے۔ ہم نے اپنے CONSTITUTION میں یہ لکھا ہے، ہمارے دستور کا، پاکستان کے آئین کا پہلا فقرہ ہے کہ

QURAN AND SUNNAH WILL BE THE SUPREME LAW OF THE COUNTRY.

کہ قرآن اور سنت ملک کا اعلیٰ ترین قانون ہو گا اور اس کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا او یار! ملاں کی نہ مانو، پیر کی نہ مانو، میری نہ مانو لیکن یہ جو جملہ دستور میں درج کیا ہے اس پر تو عمل کرو۔ کوئی جھگڑا ہی نہیں۔ جس پر دستور پاکستان کی بنیاد ہے اس پر تو عمل کرو۔ کیا آپ کا معاشی نظام قرآن و سنت کے مطابق ہے؟ کیا آپ کا سیاسی نظام قرآن و سنت کے مطابق ہے؟ کیا آپ کا حکومتی نظام اس کے مطابق ہے؟ عدالتی نظام قرآن و سنت کے مطابق ہے؟ اگر نہیں ہے تو پھر کس طرح کس قانون سے وفا کی قسم کھاتے ہو؟ جج کو آپ قسم دیتے ہیں، گورنر کو آپ قسم دیتے ہیں، وزیر کو آپ قسم دیتے ہیں، وزیراعظم کو قسم دیتے ہیں، صدر کو قسم دیتے ہیں، کس بات کی؟ کہ میں کس آئین سے وفا کروں گا؟ اس آئین کا تو پہلا جملہ یہ ہے۔ کون اس سے وفا کر رہا ہے؟ اور اگر نہیں کر رہا تو کس کی ذمہ داری ہے کہ اسے روکے اور اس پر مجبور کرے؟ میری اور آپ کی۔ ہم نے بھی دال روٹی سے سمجھوتہ کر لیا کہ خیر ہے جو ہوتا ہے، ہو۔ میری دال روٹی چلتی رہے۔ اس طرح نصرت الٰہیہ لوگوں کو ڈھونڈ کر نہیں ملے گی۔ ہمیں بارش سے بھیگنے کے لئے چھت سے باہر نکلنا ہو گا "اوکھا سوکھا" صحن تک آنا ہو گا۔ پھر ہم پر ضرور بارش برسے گی۔ خود کو چھت کے نیچے چھپائے رکھیں گے تو بارش چھت پر سے گزر جائے گی۔ اسے کیا ضرورت ہے کہ ادھر سے آ کر ہمیں اندر ڈھونڈ کر ملے کہ جی میں آ گئی۔ نصرت الٰہیہ رحمت الٰہیہ کی بارش ہے۔ میدان میں نکلنے والوں پر برستی ہے اور گوشوں میں چھپنے والے محروم رہ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہماری خطاؤں سے درگزر فرما کر یہ جرات رندانہ دے کہ سر میدان کہہ سکیں بار الٰہا! یہ گردن حاضر ہے تیری نصرت کے حصول کے لئے۔ میرا خون، میری جان، میرے وسائل احقاق حق کے لئے، ابطال باطل کے لئے تیرے راہ میں حاضر ہیں پھر دیکھیں کہ نصرت الٰہیہ کتنی تیزی سے آتی ہے اور اللہ کتنے قریب ہیں۔

.........

### دعائے مغفرت

شیر محمد ناڑی خوشاب کی والدہ محترمہ وفات پا گئی ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

### دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے ساتھی حسن محمد (خانیوال) کے چچا زاد وفات پا گئے ہیں۔

سلسلہ کے ساتھی ماسٹر انعام داور (ٹوبہ ٹیک سنگھ) کے والد محترم انتقال فرما گئے ہیں۔ ساتھیوں سے گذارش ہے۔ کہ ان کے درجات کی بلندی کی دعا فرمائیں۔

# انجام

مولانا محمد اکرم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ط وَکَانُوْا اَشَدَّ مِنْھُمْ قُوَّۃً ط وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعْجِزَہٗ مِنْ شَیْءٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ ط اِنَّہٗ کَانَ عَلِیْمًا قَدِیْرًا۔ وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ بِمَا کَسَبُوْا مَا تَرَکَ عَلٰی ظَھْرِھَا مِنْ دَآبَّۃٍ وَّلٰکِنْ یُّؤَخِّرُھُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ج فَاِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِعِبَادِہٖ بَصِیْرًا فاطر (۴۴ ۔ ۴۵)

انسان اپنی تلاش معاش میں کبھی کبھی سیاحت کے شوق میں کبھی کسی اور دنیوی مجبوری کے تحت روئے زمین کے مختلف حصوں کا سفر کرتا ہے۔ آج کل کے ذرائع ابلاغ ایسے ہیں کہ کوئی ایک جگہ بیٹھا ہوا بھی روئے زمین کے مختلف حصوں کو، مختلف قدیم آثار کو، مختلف تاریخی مقامات کو دیکھ سکتا ہے۔ اس سارے حوالے سے قرآن حکیم یہ ارشاد فرماتا ہے کہ کبھی تم لوگوں نے یہ سوچا۔

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ کیا تمہیں اتفاق نہیں ہوا روئے زمین کو پھر کر دیکھنے کا فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ کبھی یہ سوچا انسان نے کہ تم پہلے انسان نہیں ہو، اس معمورہ عالم کی تم پہلی تخلیق نہیں ہو، پہلی آبادی نہیں ہو تم سے پہلے کتنے لوگ یہاں زندگی بسر کر گئے؟ کتنے لوگ یہاں رہے؟ کتنے فاتحین ان شہروں میں داخل ہوئے؟ کتنے سلاطین کے رعب و دبدبے کا ڈنکا بجا؟ کتنے جرنیل، کتنی فوجیں، کتنے تاجر، کتنے رئیس اور کیسے کیسے لوگ یہاں آئے؟

کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ان کا انجام کیا ہوا۔ کیا وہ آج باقی ہیں؟ کیا ان کی شان و شوکت باقی ہے؟ یا ان کے کردار نے انہیں کیا کیا دیا؟ آپ دیکھیں گے مٹنے کو سارے لوگ مٹ گئے لیکن بھلائی، نیکی، احسان کرنے والے لوگوں کے دلوں میں لوگوں کے ذہنوں میں لوگوں کی زبانوں پر اپنی تعریف، اپنی خوبی، اپنی اچھائی، کی بات آج بھی جاری رکھے ہوئے ہیں اور بڑے بڑے ظالم، بڑے بڑے جفا جو، بڑے بڑے کینہ پرور آج بھی نفرت پا رہے ہیں حالانکہ وہ لوگ چلے گئے جن کے ساتھ انہوں نے ظلم کیا وہ وقت گزر گیا، وہ عہد بیت گیا بعد میں آنے والے بھی ان پر لعنت ہی بھیج رہے ہیں، ان پر نفرت ہی کر رہے ہیں ان کے ناموں پر تھوک رہے ہیں۔ ان کے کردار جو تھے وہ باقی رہ گئے۔ تو فرمایا یہ مخلوق جو ہے اسے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ یہ نقارچی ہے قدرت کی ان کے ذہنوں کے ان کے ذہنوں میں ان کے دلوں میں وہی بات ڈال دی جاتی ہے۔

آج ہم بڑے آرام سے مقبرہ جہانگیر پر، جہانگیر کی قبر

کے تعویز پر بیٹھ کر بچوں کو سوڈا واٹر پیتے اور وہاں کھیلتے کودتے اور شور مچاتے دیکھتے ہیں لیکن ہم یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ کبھی بنگالہ سے کابل تک اور ہمالہ سے دکن تک اس شخص کے حکم کے بغیر کوئی چڑیا پر نہیں مار سکتی تھی۔ اس کے محل کے میلوں دور تک کسی کی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ اس کے راستے سے کوئی شیر بھی گزرنے کی جرات نہیں کرتا تھا۔ آج اس کی قبر پر لوگ بیٹھے پکنک منا رہے ہیں۔

لیکن کیا یہ پکنک منانے والے یہاں بیٹھے رہیں گے؟ صرف جہانگیر کو مرنا تھا؟ یہ بڑے بڑے قلعے بنانے والے یہ بڑے بڑے حکمران' یہ بڑے بڑے نامور شہنشاہ سلاطین آئے اور چلے گئے۔ لاہور میں ایک بہت بڑی جامع مسجد جو اورنگ زیب عالمگیر کی دینداری کی یادگار ہے اس کے پہلو میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سمادھی ہے۔ ایک زائر بیک وقت شاہی قلعے کو اور شاہی مسجد کو دیکھتا ہے اور درمیان میں ایک رنجیت سنگھ کی سمادھی کو بھی دیکھتا ہے تو کیا ان ساری عمارات کا تاثر ایک سا قائم ہوتا ہے؟ یہ ان لوگوں کے کردار کا تعارف ہے کہ اس کے دل میں کیا رد عمل پیدا ہوتا ہے؟ وہ کیا سوچتا ہے یہی ان کا کردار تھا یہی کچھ وہ کما سکے دنیا سے۔

اور پھر ایک عجیب بات جو قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے (ہم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم پہلوں سے بہت زیادہ حسین ہیں ہم نے بہت سی نئی ایجادات کر لی ہیں ہم نے بہت سے نئے ذرائع پیدا کر لئے ہیں)

**كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً** پہلے والے بعد میں آنے والوں سے بہت زیادہ طاقت ور لوگ تھے آج آپ مشینوں سے وہ پہاڑ نہیں کاٹ سکتے جو انہوں نے چھینی اور ہتھوڑے سے کاٹ لئے۔ آج آپ مشینوں سے ان بلندیوں' ان گھاٹیوں' ان ترائیوں کو عبور نہیں کر سکتے جنہیں انہوں نے پا پیادہ عبور کر لیا۔ آپ کی ایجادات نے انسانوں میں تساہل' سستی' فریب پیدا کیا ہے ان کی سادگی نے بندوں کو جرات' طاقت اور ہمت عطا کی تھی۔ آج جدید **اکوپمنٹ** کے ساتھ آپ ایک چھوٹے سے شہر کو کنٹرول نہیں کر سکتے۔ ملک کا کوئی ایسا شہر نہیں ہے جسے آپ کنٹرول کر سکیں۔ اور بغیر کسی ماڈرن **اکوپمنٹ** کے انہوں نے بنگالہ سے کابل تھا اور ہمالہ سے دکن تک امن قائم رکھا اور کہیں کسی کو شورش کرنے کی جرات نہیں ہوتی تھی۔ آپ صرف اپنے عجائبات پہ مت جائیے آپ اس عہد کی تاریخ کو پڑھئے' اس کے حالات کو پڑھئے ان کے انصاف' ان کے قانون کی گرفت اور ان کی رسائی کو پڑھئے کہ کہاں تک تھی؟ اور اپنے عہد کے جدید **اکوپمنٹ** کے ساتھ موسٹ ماڈرن' **اکوپمنٹ** کے ساتھ کیا کنٹرول ہے؟ کیا طاقت ہے قومی حکومت کیا کر رہی ہے؟ کیا آج کی حکومتیں طاقت ور ہیں یا وہ حکومتیں طاقت ور تھیں؟ فرمایا

**اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً** وہ تم سے زیادہ طاقت ور لوگ تھے۔ تمہاری نسبت بہت مظبوط تھے وہ۔ فراعین مصر نے مزدوروں سے جو اہرام بنوائے آج کی موسٹ ماڈرن (نہایت جدید) مشینری ایسی عمارت بنانے کی نہیں سوچ سکتی۔ اور صرف یہ نہیں کہ بڑے بڑے بلند پتھر سے بڑی اونچی پہاڑی بنا دی۔ بلکہ اس کی **ڈائیمنشن** اور اس کے جو جیومیٹریکل اینگل انہوں نے بنائے اور اس میں سورج کی شعاؤں اور ہوا کے دباؤ اور اس سارے اس کے ٹمپریچر کو جس طرح انہوں نے مین ٹین کیا۔ اس طرح سے انہوں نے اس زمانے میں انتظام کیا کہ آج بھی اگر اہرام کے اندر کوئی جانور مرجائے تو اس کی لاش گلتی سڑتی نہیں بلکہ ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے صرف سورج کی شعاؤں کے **اینگل** سے صرف اس کی ہواؤں کی مدد سے۔ یعنی فن جیومیٹری کا اس میں ایسا کمال رکھا گیا۔ وہ آج کی طرح کے ماڈرن اکوپمنٹ نہیں تھے لیکن آپ شاہی مسجد کے کسی مینار پر کھڑے ہو جائیں مقبرہ جہانگیر کے تین مینار نظر آئیں گے اس کا ایک مینار پیچھے چھپ جائے گا۔ اور دریا کے اس پار مقبرہ جہانگیر کے چار میناروں میں سے کسی مینار پر کھڑے ہو جائیں شاہی مسجد کے تین مینار نظر آئیں

گے ایک مینار دوسرے کے پیچھے چھپ جائے گا۔ درمیان میں دریا بھی ہے اور میلوں کا فاصلہ بھی ہے لیکن انہوں نے جیومیٹری کا ایسا ا-لنگ ایڈجسٹ کیا ہے دونوں عمارتوں میں۔ کیا یہ آسان ہے کہ دریا کے اس پار میلوں کے فاصلے پر آپ کاغذ پہ نقشہ بنا کے جیومیٹری کا ایک ا-لنگ ایڈجسٹ کرتے ہیں پھر اس پہ اینٹ گارے کی تعمیر ہوتی ہے اور وہ صدیوں ویسا ہی رہے۔

تو فرمایا یہ مت بھولو کہ تمہارے پاس چند شعبدے آ گئے اور تم خود کو طاقتور سمجھنے لگ گئے۔ وَكَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً آج کی نسبت پہلے لوگ زیادہ طاقتور تھے، بہت زیادہ مضبوط تھے۔ بہت زیادہ وسائل تھے ان کے پاس بہت زیادہ نالج (علم) بھی تھا۔ آج بھی آثار قدیمہ کی کھدائیوں میں سے ایسے عجائبات نکلتے ہیں کہ آج کے جدید شہر بسانے والوں کی عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ انہوں نے شہروں کے نقشے کیسے بنائے؟ گلیاں اور پانی کا نکاس کیسے رکھا؟ ایک دوسرے کے ساتھ رابطے کی صورتیں کیسے رکھیں؟ لیکن ان کی طاقت ان کی قوت ان کا سارا تجربہ قضائے الٰہی کو نہیں ٹال سکا۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ اللہ کو، قدرت باری کو، اس کے قانون کو، کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔

مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ کوئی بھی شے وہ آسمانوں میں ہو یا زمین میں اس کے ازلی قانون کے تابع ہو کر رہتی ہے۔ اس کے قانون کو روکنے کی جرات کسی میں نہیں ہے اور اس کا قانون ازلی ہے جس نے اسے پہچانا، اس کی اطاعت کی، اس نے فلاح پائی۔ جس نے اس کی عظمت کا انکار کیا وہ زمانے کے پاٹوں میں پس گیا، تباہ ہو گیا۔ دنیا میں بھی قابل نفرین ٹھہرا اور اس کی آخرت بھی برباد ہو گئی۔ یہ قانون ہے اس کا کسی سلطان اور کسی شہنشاہ کی طاقت، کسی سلطان کا جبروت، کسی سائنس دان کی عقل، کوئی چیز اس کے اس قانون کو روک نہیں سکتی موڑ نہیں سکتی عاجز نہیں کر سکتی اور

اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا اس کی ذات ایسی ہے کہ وہ ہر ذرہ برابر بات سے واقف ہے علیم ہے جاننا اس کی ذاتی خوبی ہے وہ کسی کی اطلاع کا محتاج نہیں ہے۔ مخلوق کے پاس علم نہیں ہوتا مخلوق کے پاس معلومات ہوتی ہیں۔ مخلوق وہ کچھ جانتی ہے جو اسے بتایا جاتا ہے فرشتوں کا، انبیاء علیہم الصلوۃ کا علم، اللہ کے بتانے کا محتاج ہے۔ انسان، جن، فرشتہ ہر چیز کے پاس وہ علم ہے جو اسے اللہ نے عطا فرمایا، اللہ نے بتایا۔ لیکن اس کا علم حقیقی علم ہے معلومات نہیں ہیں۔ اسے کسی نے بتایا نہیں، وہ کسی کے بتائے کا محتاج نہیں۔ علم اس کی ذات کی صفت ہے، وصف ہے۔ اس کا جاننا اس کی خوبی ہے۔ وہ خود علیم ہے وہ کسی کے بتانے کا محتاج نہیں ہے۔ فرشتوں کے پاس ایک چیز کا علم نہیں تھا اللہ نے اسے عطا کر دیا، انسان کے پاس ایک علم نہیں تھا۔ وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کائنات کی تمام اشیاء کے، علوم کے خزانے آدم علیہ السلام پر انڈیل دیئے لیکن اس کے بتانے سے پہلے تو نہیں جانتے تھے تو یہ ساری معلومات ہیں۔ انسانی علم معلومات کا ذخیرہ ہے۔ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کسی بندے سے علم نہیں لیتے انہیں ان کا علم اللہ کی طرف سے عطا ہوتا ہے لیکن اللہ کی نسبت ان کا علم، علم نہیں ہے۔ اللہ کی نسبت ان کا علم معلومات ہیں۔ میری اور آپ کی نسبت سے ان کا علم، علم ہے کہ ہم اس سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ لیکن اللہ کی بارگاہ میں وہ معلومات ہیں، وہ باتیں ہیں جو اللہ ان کو بتاتا ہے۔ لیکن اللہ علیم ہے وہ کسی کے بتانے کا محتاج نہیں۔ کوئی ایسی چیز نہیں جو کبھی اس کے علم میں نہ تھی پھر آ گئی۔ کوئی ایسی بات نہیں جس سے وہ بے خبر تھا کسی نے بتا دی۔ کوئی ایسا ذرہ نہیں جو اس کے علم سے پوشیدہ رکھا جا سکے اس کی ذاتی صفت ہے، وصف ہے اس کی ذات کا، علم اور پھر وہ قادر ہے جو چاہے کر سکتا ہے۔ یہ بھی بات نہیں ہے کہ اسے پتہ تو ہو کہ فلاں نے جرم کیا ہے لیکن وہ اس کی رسائی سے، اس کی قدرت کاملہ سے، باہر ہو۔ ایسا نہیں ہے

اِنَّہٗ کَانَ عَلِیۡمًا قَدِیۡرًا وہ اپنی ذات میں علیم بھی ہے اور ہر چیز پہ قادر بھی ہے اور وہ اتنا کریم ہے کہ

وَلَوۡ یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ بِمَا کَسَبُوۡا اگر وہ لوگوں کو ان کے کرتوتوں پر پکڑنے لگے وَلَوۡ یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ اگر اولاد آدم کو اللہ پکڑنے لگ جائے بِمَا کَسَبُوۡا ان کے ہر کردار پر۔

مَا تَرَکَ عَلٰی ظَہۡرِہَا مِنۡ دَآبَّۃٍ تو روئے زمین پر کوئی متحرک چیز باقی نہ رہے کوئی چلنے والا جان دار باقی نہ رہے۔ کیا آپ کو یہ بات عجیب نہیں لگی کہ گرفت تو ہو انسان پر اور باقی کوئی ذی روح نہ رہے۔ فرمایا وَلَوۡ یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ بِمَا کَسَبُوۡا تو زمین پر کوئی حرکت کرنے والا کوئی ذی روح باقی نہ رہے۔ یعنی صرف انسان تباہ نہ ہو بلکہ انسان پر گرفت آئے تو کوئی جانور زمین پر باقی نہ رہے۔ اس کا مطلب ہے کہ انسانی کردار اتنا موثر ہے۔ اس لئے کہ ہر چیز انسان کی خاطر اس کی خدمت کے لئے پیدا فرمائی گئی ہے ایک چھوٹی سی چیونٹی سے لے کر پہاڑ جیسے ہاتھی تک کا وجود انسان کی خدمت کے لئے ہے۔ انسان کے لئے نفع بخش ہے تو جب انسان پہ گرفت آتی ہے تو اس کے نفع اندوزی کے ذرائع بھی تباہ کر دیئے جاتے ہیں۔ جانور مرجاتے ہیں' اسے مضر صحت چیزوں سے بچانے والے پرندے مرجاتے ہیں' اس کے لئے محنت کرنے والے گائے' بیل' بھینسیں مرجاتی ہیں' اس کے دودھ دینے والے جانور مر جاتے ہیں۔ اس تباہی میں ان جانوروں کا قصور نہیں ہوتا' اس تباہی میں اس نسل حیوانی کا قصور نہیں ہوتا بلکہ انسانی کردار ان کی بھی تباہی کا سبب بن جاتا ہے۔

ہم یہ سمجھتے ہیں اور بڑے آرام سے یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ "جی دیکھی جائے گی ہمیں اپنا حساب خود دینا ہے آپ اپنے کردار کا پتہ رکھیں ہمارے پیچھے نہ پڑیں" ایسی بات نہیں ہے ایک اثر جو بندے کی اپنی ذات پر مرتب ہو گا یہ ٹھیک ہے اس میں تو وہ چاہے تو آزاد ہے وہ چاہے اپنے لئے اچھا سوچے چاہے تو برا۔ لیکن اس کے کردار کے سبب جو نتیجے پورے معاشرے کو بھگتنے پڑتے ہیں اس کا اسے کیا حق حاصل ہے کہ وہ دوسروں کی تباہی کا سبب بنے۔ جب اس کے کردار کے باعث قحط سالی پڑتی ہے تو کتنی مخلوق تباہ ہو جاتی ہے۔ جب اس کے کردار کے باعث بارشیں ہوتی ہیں تو سیلاب آتے ہیں۔ یعنی چیزوں سے اعتدال اٹھ جاتا ہے۔ نہیں ہوتیں تو تباہی ہوتی ہے ہر چیز مرتی ہے اور ہوتی ہیں تو بھی ہر چیز مرتی ہے۔ اعتدال اٹھ جاتا ہے' برکت نہیں رہتی بلکہ اس میں ہلاکت آ جاتی ہے۔ تباہی آ جاتی ہے تو یہ بھی ایک انسان کے کردار کا نتیجہ ہوتا ہے۔ تو یہ حق تو کسی کو نہیں دیا جا سکتا کہ وہ ایک سلائی سے جسے وہ کہے میری اپنی دیا سلائی ہے میں جلا رہا ہوں دوسرے کا نشیمن جلا دے دوسرے کا گھر جلا دے۔ اپنی ایک دیا سلائی جائے اور دوسرے کا سارا گھر جلا دے تو اس کی اجازت تو اسے نہیں دی جا سکتی۔ اور اگر آج وہ کسی کی گرفت میں نہیں آ رہا تو اس علیم و قدیر کی گرفت سے کہاں جائے گا؟ کب تک بھاگے گا؟

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جنگل میں کسی چڑیا کے انڈے اگر گیدڑ کھا جاتا ہے تو جو ایذا اسے ہوتی ہے' جو تکلیف اسے ہوتی ہے جس سے وہ چیختی چلاتی ہے یہ چڑیا کے گناہ کا نہیں بنی آدم میں سے کسی کے گناہ کا ثمر ہوتا ہے۔ وہ چڑیا کی چیخ و پکار میدان حشر میں کسی نہ کسی انسان کا گلا دبوچے ہوئے ہو گی۔ کسی نہ کسی انسان کو جواب دینا ہو گا۔ کہ تیرے فلاں عمل کے باعث اتنے اتنے جانوروں پر' فضا میں' یا ماحول میں اتنی تکلیف دہ تبدیلیاں آئیں جس سے اللہ کی اتنی اتنی مخلوق متاثر ہوئی۔ اب ایک آدمی ایک بہت بڑے بند میں ڈائنامیٹ لا دیتا ہے کہتا ہے میرا اپنا ڈائنامائیٹ ہے میں نے ٹھاہ کر دی لیکن اس ٹھاہ سے جو وہ بند ٹوٹا' اس سے جو لاکھوں گھر اجڑ گئے' اس سے جو طوفان آئے' اس سے جو لاکھوں جانیں تباہ ہوئیں اس کا اسے کیا اختیار تھا؟

تو یہ ایک ایک گناہ جو ہے یہ عذاب کے بند کو توڑنے

کا ڈائنامائیٹ ہے۔ کہ مخلوق خدا کے لئے عذاب کے دروازے کھول دیجے۔ اور اگر اللہ ہر دھماکے پر ہی اس کو توڑ دیتا تو کچھ باقی نہ بچتا۔ کہ لوگ اتنے بے دریغ دھماکے کرتے ہیں، لوگ اتنی جرات اور اتنی دلیری سے اس کے توڑنے کے اسباب مہیا کرتے ہیں، لوگ تعمیری کردار کم اور تخریبی کردار زیادہ رکھتے ہیں فرمایا ہر بندہ اپنے کردار کا ایک مزانیہ بنا کر دیکھ لے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ "اس دن سے پہلے کہ جب تم سے حساب لیا جائے گا خود اپنا حساب کر لیا کرو۔"

ایک مزانیہ بناؤ اس میں اپنی دن بھر کی سوچ، دن بھر کی باتیں اور دن بھر کے کردار کو (مثبت) اور (منفی) دو خانوں میں رکھو۔ منفی اور مثبت دو خانے اس میں بناؤ سوچ و فکر گفتار اور کردار۔ ان تینوں کے دو خانے بناؤ اور کسی شام کو بیٹھ کر نوٹ کرو کہ آپ نے دن بھر میں کیا کیا سوچا کتنے پلس پوائنٹ سوچے؟ کیا کیا غلط سوچا؟ کتنے مائنس پوائنٹ سوچے؟ دن بھر میں کتنی باتیں کیں؟ اس میں پلس باتیں (تعمیری) کتنی تھیں؟ تخریبی کتنی تھیں؟ پھر پلس کتنے تھے؟ مائنس کتنے تھے؟ نفع بخش، اللہ کے حکم کے مطابق، پیامبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق کتنے تھے؟ خلاف سنت کتنے تھے؟ فرمایا شام کو اپنا پلس مائنس جوڑ کر دیکھ لو کہ تم نے کیا کھویا کیا پایا۔

کسی بزرگ سے کسی نے کہا کہ حضرت مجھے نصیحت فرمایئے۔ فرمانے لگے ہاں ضرور لیکن ایک شرط پر ایک کاپی اور پنسل لے لو کوئی لفظ جو دن کو تمہاری زبان سے نکلے اس پر لکھتے جاؤ جب کسی ایک دن کے سارے الفاظ تم نے مجھے دکھائے میں اس دن تمہیں نصیحت کروں گا۔ ایک دن وہ آیا تو اس میں پانچ چار باتیں تھیں انہوں نے کہا دن بھر میں یہی کچھ؟ اس نے کہا جی بس بولنے کی جرات ہی نہیں رہی جو لفظ منہ سے نکالنا چاہتا تھا پھر خیال آ جاتا تھا کہ حضرت کے پیش کرنا ہے پتہ نہیں کیسا ہے؟ پسند آئے نہ آئے؟ تو خاموش رہتا تھا اس ڈر سے بول ہی نہیں سکا۔ فرمایا پھر یہی نصیحت یاد رکھو کہ جو کچھ تم بولتے ہو ایک دن اللہ کی بارگاہ میں پیش ہو گا۔

سارے الفاظ اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوں گے اور تو وہاں کھڑا ہو گا۔ تو یہی ارشاد یہاں ہوتا ہے کہ اس پہ خوش نہ رہو کہ ہمارا بگڑا کچھ نہیں، شاید ہمارے گناہ معاف ہو گئے، نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ وہ درگزر ضرور فرماتا ہے لیکن ہر بیج اپنا پھل اپنے وقت پہ لے آتا ہے۔ کیکر بو کر بے فکر نہ ہو جاؤ کہ دس سال ہوئے اس پر کوئی کانٹا نہیں نکلا ایک دن وہ کانٹوں بھرا درخت بن جائے گا۔ یا نیکی کر کے ڈرو نہیں کہ میں نے آم بوئے تھے کچھ نہیں ہوا، دس بیس سال بعد ہزاروں آم اس پر پک جائیں گے۔ آپ نے ایک گٹھلی بوئی تھی اس پر ہزاروں آم آ جائیں گے۔ ہر چیز اپنا وقت لے کر اپنے نتائج دیتی ہے اور فرمایا اللہ ایسا کریم ہے کہ تمہارے پاس ایک خاص وقت تک واپسی کا راستہ ہے۔

اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ایک مخصوص وقت تک تمہارے پاس مہلت ہے۔ فکر کرنے کی، سوچنے کی، دوسروں کے انجام دیکھ کر اپنے لئے راستہ چننے کی، فیصلہ کرنے کی۔ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ جب وہ وقت آ گیا۔ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا تو پھر سمجھ لو کہ اس کے سامنے تم نے کوئی لباس نہیں پہنا ہوا۔ وہ تمہاری ذات کو بغیر کسی حجاب کے دیکھ رہا ہے۔ تمہارے عمل کا، تمہارے قول کا، تمہاری سوچوں کا ایک ایک ذرہ اس کی نگاہ پاک میں ہے۔ اس سے چھپا ہوا کچھ نہیں ہے۔ اور وہ وقت اصلاح کا نہیں ہو گا پھر وہ نتائج بھگتنے کا وقت ہو گا۔ اور کتنا کریم ہے کہ اس سے پہلے وہ ساری منظر کشی کر کے بتا رہا ہے کہ ابھی تمہارے پاس وقت ہے اپنے لئے بہتر راستہ سوچو اور ایسا کریم ہے کہ جب بھی، جہاں سے کوئی اس کی سمت پلٹ آتا ہے پہلی ساری خطائیں وہ معاف کر دیتا ہے۔ اگر اللہ سے دور جانے میں ہم نے نصف صدی لگا دی ہے تو واپس آنے کے لئے نصف صدی نہیں ایک لمحہ چاہئے صرف ایک لمحہ جس میں ہم فیصلہ کر سکیں۔

# سِیرُوا فِی الاَرضِ

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

اسلام چند عبادات کا نام نہیں ہے بلکہ اسلام پوری زندگی کا ایک عمل ہے اسلام ایک تہذیب بھی ہے اسلام ایک تمدن بھی ہے اسلام ایک معاشی نظام بھی ہے اسلام ایک سیاسی نظام بھی ہے پوری زندگی کو مجموعی طور پر ایک خوبصورت لائحہ عمل عطا کرتا ہے ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ وقتی لذات نے اور توہمات میں گھر کر ہم اشیاء اور افعال کے انجام اور خواتیم پر نظر نہیں ڈالتے۔ قران حکیم نے ایک بڑی خوبصورت دعوت یہ دی ہے کہ لوگوں سے کہئے حکم ہوا ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو۔

قل فرما دیجئے ان سے۔

سِیرُوا فِی الاَرضِ۔ زمین پر پھر کر دیکھو مطالعہ کرو لوگوں کے حالات کا لوگوں کی تہذیبوں کا مختلف اقوام کے تمدن کا مختلف معاشرے کا

فَانظُرُوا کَیفَ کَانَ عَاقِبَۃُ المُجرِمِینَ اور یہ دیکھو کہ جن لوگوں نے اللہ کی نافرمانی کا راستہ اپنایا ہے۔ جن کی تہذیب اللہ کی نافرمانی پر مرتب ہے جن کا معاشی نظام اللہ کی نافرمانی پر بنا ہوا ہے جن کی زندگی کے شب و روز اللہ کی نافرمانی پر بسر ہوتے ہیں اس نافرمان معاشرے کا نتیجہ کیا نکلتا ہے اس پر پھل کیا لگتا ہے اس کا انہیں خمیازہ کیا بھگتنا پڑتا ہے یہ دیکھیں۔ محض اونچے اونچے مکان مت دیکھو محض دوڑتی ہوئی کاریں نہ دیکھو محض چمکتی ہوئی دولت نہ دیکھو بلکہ ان سب کے پس پردہ جو نتائج مرتب ہو رہے ہیں ان پر غور کرو۔

ہماری ایک مصیبت یہ بھی ہے کہ ہم نے قران حکیم کو مخصوص معانی میں متعین کر دیا ہے اب اس آیہ مبارکہ کو ہمیشہ کسی ترجمے میں کسی تفسیر میں اٹھا کر دیکھ لیجئے تو صرف اس بات پہ مقید کر دیا جائے گا کہ جناب جو قومیں تباہ ہوئیں اور ان کے کھنڈرات ہیں اور ان کی تباہی کے نشانات ہیں ان کی طرف اشارہ ہے۔ ایسا نہیں ہے ان کی طرف بھی اشارہ ہے اور جو قومیں برسر اقتدار ہیں ان کی تہذیب کے جو نتائج نکل رہے ہیں ان کی طرف بھی اشارہ موجود ہے۔ آج دنیا میں جتنی غیر اسلامی تہذیبیں موجود ہیں ان میں رہ کر ان کا مطالعہ کرکے دیکھیں انسان کے پاس سب سے قیمتی سرمایہ اس کی آبرو ہوتی ہے اس کے پاس اسی کا اثاثہ اس کی زندگی کے لمحات ہوتے ہیں۔ ان تہذیبوں میں نہ انسانوں کے پاس ان کا عقیدہ اور ایمان محفوظ ہے نہ کسی کی آبرو کا کوئی تصور ہے اور نہ کسی کی زندگی کا کوئی لمحہ اپنا ہے۔ مجبور بے بس انسان جانوروں کی طرح ایک چکر میں کس دئے گئے ہیں اور اس میں وہ جانوروں کی طرح بھاگتے دوڑتے عمریں پوری کر رہے ہیں۔ ہم دور سے اس کی چمک دمک دیکھتے ہیں لیکن کبھی آپ مغربی ملک کی تہذیب کا مطالعہ کیجئے مغرب کے کسی باپ سے پوچھئے۔ مغرب کی کسی ماں سے پوچھئے۔ مغرب

کے کسی بھائی سے پوچھئے۔ مغرب کی کسی بہن سے پوچھئے۔ وہ آپ کو بتائیں گے کہ زندگی کتنی تلخ ہے۔ اور دو وقت کا کھانا کتنا دشوار ہے۔ اور لوگ قیدی ہو گئے ہیں اپنی معیشت اور اپنی معاشرت کے اور پورے امریکہ کو اگر دیکھیں آپ تو پوری امریکی معیشت بالکل الٹ گئی ہے ہر آدمی ادھار لے کر کھاتا ہے اور کھا کر کمانے جاتا ہے۔ جس روش پر ہمارا ملک اب چلا ہے ہر چیز پر سیلز ٹیکس لگ جائے ہر بناوٹ پر ٹیکس لگ جائے جو مکان بنا چکے اس مکان پر ٹیکس لگ جائے یہ وہی امریکی روش ہے جو اس معاشرے نے آج سے دو سو سال پہلے اپنائی اور ان ٹیکسوں میں گھرتا گھرتا امریکہ کا شہری اب اس جگہ پہنچ گیا ہے کہ اس کے پاس شام کے کھانے کو کچھ نہیں حتیٰ کہ ہر سوموار کو وہ اس ہفتے کی تنخواہ بنک سے ڈرا کرا لیتے ہیں پیشگی۔ پندرہ فیصد سود پر سو (۱۰۰) کے بنک دیتا ہی پچاسی ہے یہ نہیں کہ سودیکر ایک سو پندرہ وصول کرے گا۔ یعنی وہ دیتا ہی پچاسی ہے اور ہفتہ پورا ہو جس دن اس دن اس کی تنخواہ سے سو روپیہ وصول کر لیتا ہے یعنی وہ پچاسی پہ پندرہ روپے سود لیتے ہیں سو پر نہیں پچاسی دیکر پندرہ سود لیتا ہے اور اس کی تنخواہ کے دن اپنا سو پورا کر لیتے ہیں اور ان پچاسی سے وہ ہفتہ گزارتا ہے نوکری وہ کرتا ہے ہفتے کے لئے پھر بنک کے دروازے پہ کھڑا ہوتا ہے کہ مجھے تنخواہ دے دو پورے معاشرے کا یہ حال ہے امریکہ میں دو جگہ نوکری کرنا یہ روٹین ہے آٹھ آٹھ گھنٹے دو دو جگہ نوکری کرنا یہ عام ہے۔ ایک طریقہ ہے لیکن جب کوئی بچہ بیمار ہو جائے کسی پر کوئی مصیبت آجائے کسی کو کوئی ضرورت پیش آجائے تو تین تین جگہ آٹھ آٹھ گھنٹے جاب کرتے ہیں چوبیس گھنٹے۔ (بہت اچھے لوگ جو ہیں اس معاشرے میں۔) ایک لڑکی انٹرویو دے رہی تھی لفٹ آپریٹر تھی وہ۔ نیویارک میں لفٹ لگی ہوئی ہے سمندر پر ایک جگہ پل بھی ہے اس کے نیچے ٹنلز بھی ہیں لیکن اس کے ساتھ ایک لفٹ بھی لگی ہوئی ہے جس طرح بس ہوتی ہے اسی طرح کی پوری بس بنی ہوئی ہے اس میں لوگ بیٹھ جاتے ہیں وہ ایک کنارے سے اٹھا لیتی ہے دوسرے کنارے لے جاتی ہے سمندر کے اوپر سے وہ رسوں پر چلتی ہوئی لٹکتی ہوئی گزر جاتی ہے لوگ انجائے کرنے کے لئے اس راستے کو استعمال کرتے ہیں لفٹ اوپریٹر تھی تو اس نے کہا میں ماں کی بہت خدمت کرتی ہوں میری بس صرف ایک ماں ہے اور اس کی میں بہت خدمت کرتی ہوں کیا خدمت کرتی ہیں آپ؟ اس نے کہا میں جو کپڑے دھوبی کو دینے چاہئیں تھے ان کا جو خرچ آتا ہے وہ خرچ دھوبی کو دینے کی بجائے وہ پیسے ماں کو دے دیتی ہوں اور وہ میرے کپڑے ایسے نہیں دھو سکتی جیسے دھوبی دھو کر دیتا ہے یا جس طرح کی استری دھوبی کر کے دیتا ہے جس طرح کے وہ اس کی شکنیں نکال کر تہہ کر کے یا جس طرح وہ کرتا ہے اتنا کام بڑھیا تو نہیں کر سکتی لیکن چونکہ ماں ہے اور اس کے پاس کوئی وسیلہ نہیں کھانے پینے کا تو میں اس کی خدمت کرتی ہوں میں نے پچھتر پچھتر سال کی عورتوں کو جاب کرتے دیکھا ہے وہاں آٹھ گھنٹے کھڑا ہو کر کاونٹر پر ڈیوٹی دیتی ہیں ۔ میں نے خود ایک سٹور سے خریداری کی جب ہم بل دینے کے لئے گئے تو ایک موٹی سی بڑھیا کھڑی تھی وہاں کرسی نہیں ہوتی کاونٹر کے ساتھ اور نہ کرسی پر بیٹھنے کا وقت ہوتا ہے تو میں نے اسے بل دیا اور پوچھ لیا تمہاری عمر کتنی ہے تو لگی five years seventy اسی طرح کے بوڑھے مزدور چوکیدار ملیں گے ۔ زندگی ایک بوجھ بن گئی ہے ۔ میرے پاس تصویریں پڑی ہیں ان بزرگوں کی جنہیں نیو یارک کی سڑکوں پر شراب کے ڈبے چنتے ہوئے دیکھا ہے جو لوگ بیئر پی کر پھینک دیتے ہیں کوڑے کے ڈرم میں وہ ڈرموں سے نکال نکال کے ان میں دو چار قطرے جو ہر ڈبے میں ہوتے ہیں جس طرح یہ سیون اپ اب یہاں ہو گیا ہے اس طرح کے ڈبے تو ایک ڈبے میں کرتے رہتے ہیں پھٹے ہوئے کپڑے کسی نے ایک نکر پہن رکھی ہے اور کچھ نہیں کسی نے پتلون پہن رکھی ہے بوڑھا ضعیف آدمی بھویں سفید ہیں بال بکھرے ہوئے ہیں اور وہ ڈبے چنتا پھرتا ہے اور دو چار گھونٹ بن گئے سڑک پر

کھڑا ہو کر پی لئے ۔ پھر تلاش کسی کوڑے کے ڈبے سے ڈبل روٹی کا کوئی ٹکڑا مل گیا کسی کوڑے کے ڈرم سے کوئی بسکٹ کا ٹکڑا مل گیا وہ ان کا کھانا ہے جہاں رات ہو گئی کسی پل کے نیچے سو گئے۔

تو قرآن حکیم فرماتا ہے کہ روئے زمین پر پھر کر دیکھو اور مجرمانہ تہذیبوں کے انجام دیکھو نتائج دیکھو معاشرے میں جو نتیجہ جو انعام اس پر لوٹ کر آ رہا وہ دیکھو۔ لیکن ہماری مصیبت ہے یہ کہ ہم اتنا تکلف نہیں کرتے ہم نے پورا زور لگا رکھا ہے انفرادی طور پر بھی اور ملکی اور قومی حیثیت سے بھی کہ ہم پورے کے پورے مغربی معاشرے کے لئے ایک مثال بن جائیں لیکن جو ہم مسلم ممالک سے پہلے مغرب کی طرف دوڑے ان کو دیکھ لیجئے مصر کا حال دیکھ لیجئے جو کبھی علمبردار تھے دین الٰہی کے او رعلمبردار تھے دین اسلام کے اور جن کی تیغ نے کبھی کفر کے سینے چھلنی کر دیئے تھے آج انہیں سیدھا کلمہ پڑھنا نصیب نہیں ہے ۔ لیکن اس تہذیب نے انہیں دیا کیا ان کے معاشرے کے جو دستور تھے وہ جو ان کے ماں باپ بہن بھائی کی محبت تھی وہ جو ان میں شفقت کا پہلو آپ ان کو رہنے دیجئے یہاں سے جو لوگ گئے۔

میرے پاس دفتر میں ایک ہندوستانی بزرگ کا خط پڑا تھا وہ اکیس برس سروس کرنے کے بعد انڈین **ایمبیسی** سے امریکہ میں اس نے ریٹائرمنٹ لے لی اور وہ لکھتا ہے ہم دو میاں بیوی تھے ایک ہماری بیٹی تھی بے شمار پیسہ کمایا ہندوستان کی **ایمبیسی** میں اکیس برس امریکہ میں بہت اچھے عہدے پر رہا میں نے کہا اب زیادہ پیسے کو کیا کریں گے ۔ ایک لڑکا ڈاکٹر تھا ہندوستان میں اس کے ساتھ بیٹی کی شادی کر دی امریکہ میں ایسٹرن میں گھر لے لیا مکان بنا لیا پیسے سے بنک بھرا ہوا ہے بیٹی فرمانبردار ہے داماد اچھا آدمی ہے نیک ہے ڈاکٹر ہے تو ہم نے سمجھا کہ ہم نے دنیا کی ہر نعمت پالی قبل از وقت ریٹائرمنٹ لے لی اور یہاں سیٹلڈ ہو گئے ۔ اب پتہ چلا کہ ہم نے کتنا ظلم کیا جب میری نواسیاں اور نواسے جوان ہوئے اور بالغ ہوئے تو ہمیں کوئی حق نہیں کہ اپنی نواسی سے پوچھیں کہ وہ دو دن تین دن چار دن کہاں رہی ہمیں یہ حق نہیں ہے کہ ہم اپنی نواسی سے پوچھیں کہ یہ لڑکا کو ننگ دھڑنگ جو اس کے ساتھ اس کے کمرے میں بیٹھا ہے کون ہے یہ کیوں رہے گا رات اس کا اس کے ساتھ کیا رشتہ ہے ہمیں یہ حق نہیں ہے کہ ہم اپنے نواسوں سے پوچھیں کہاں جا رہے ہوں کہاں سے آ رہے ہو کیا کما رہے ہو کیوں کھا رہے ہو اور کہنے لگا اب وہ پیسہ ہمیں کاٹنے کو دوڑتا ہے ہم ایک دوسرے کی شکلیں دیکھتے ہیں اور بات کرنے سے ڈرتے ہیں آپس میں بات نہیں کرتے ہم کیا کریں ۔ یعنی ایک کتنا خوبصورت انداز ہے کہ بندے کو **ایمبیسی** میں جگہ مل گئی امریکہ میں مل گئی پھر اسے کروڑوں ڈالر مل گئے پھر اس نے وہاں گھر خرید لیا اس نے وہاں جائیداد بنالی وہ سیٹلڈ ہو گیا ٹھیک ہے یہاں تک تو ٹھیک ہے لیکن اب جب وہ کیف کان عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ اس نے مجرمانہ معاشرے میں اس کے وہاں سیٹلڈ ہونے کا جب نتیجہ نکلا تو کیا ہوا لاس و یگاس جتنے پاکستانی ہیں تقریبا سارے بہت امیر لوگ ہیں اور لاس و یگاس امریکہ کا ایک عجیب شہر ہے جس کی پوری معیشت جوئے پر ہے یعنی پورے شہر میں کاروبار ہی جوا ہے اور کوئی وہاں کام نہیں ہے شہر ہیں یا ہوٹل ہیں اس لئے کہ جو باہر سے لوگ جاتے ہیں وہ ہوٹلوں میں رہتے ہیں اور ہر ہوٹل کی پہلی منزل جو ہے اس پر سینکڑوں ہزاروں جوئے کی مشینیں لگی ہوئی ہیں پورا جو فرسٹ فلور ہوتا ہے وہ سارا جوئے کی مشینوں سے بھرا ہوتا ہے اور بڑے غور سے دیکھیں تو لائن میں کھڑا ہونا پڑتا ہے کہ کس وقت کوئی مشین خالی ہو تو باری آ جائے کسی جگہ کوئی مشین خالی نہیں ملتی امریکہ بھر کے لوگ بوڑھے جوان بچے جس کے پاس دس ڈالر بچتے ہیں وہ لاس و یگاس جوا کھیلنے جاتے ہیں ۔ اور انکا جوا بھی **کمپیوٹرائزڈ** ہے میں نے اس کا سارا سسٹم چیک کیا انہوں نے کہا جی ہمارا سارا سسٹم **کمپیوٹرائزڈ** ہے کہ جتنے پیسے اس میں ڈالے جائیں اس کا دس فیصد اے

الگ کر دیتا ہے جو اسی کی مرمت پہ خرچ ہوتا ہے۔ اس کے بعد بیس فیصد وہ اور الگ کر دیتی ہے جس میں سے بالآخر کسی کا انعام نکل جائے گا کوئی ایک جواری جیت جائے گا۔ او روہ انعام ایک لاکھ ڈالر ہوتا ہے کسی کو دس کسی کو پانچ بڑا انعام ایک لاکھ ڈالر کا ہے۔ کمپیوٹر اس بیس پر سنٹ سے ترتیب دیتا ہے ستر فیصد پر مشین اپنے مالک کے لئے الگ کر لیتی ہے یہ اس کا جوئے کا سسٹم ہے اس کے باوجود لوگ جوا کھلتے ہیں سیون سٹارز فائیو سٹارز ہوٹل ہیں بہت بڑے عالیشان بہت قیمتی اور عجیب بات یہ ہے کہ میں نے لاس ویگاس کے ہوٹلوں کو مغلیہ طرز تعمیر پر دیکھا مغلوں کے جس طرح محلات اور باغات اور پلائیں اور محرابیں اس طرح کے تھے۔ یعنی انتہائی جو خوبصورت طرز تعمیر ملی وہ مغلیہ طرز تعمیر ہے اور اگر آپ کسی ہوٹل میں داخل ہوتے ہیں چائے پیتے تو آپ کو خیال آتا ہے کہ کسی شاہی قلعے میں گھوم رہے ہیں کسی زمانے میں جب ویسٹ میں امریکن خانہ جنگی میں مبتلا تھے تو وہ ڈیزرٹ میں ایک گزر گاہ تھی امریکی فوجوں کی اور وہاں ان کے ریسٹ کرنے کے لئے ایک ٹرانزٹ کیمپ بنایا گیا جہاں ان کے فوجی رکتے وہاں انہوں نے جوا کھلنا شروع کیا وہ شہر بن گیا اور تب سے اب تک جوا ہی کھیلا جا رہا ہے وہاں جو پاکستانی سیٹلڈ ہیں کوئی کمپیوٹر کی صنعت میں ہے کوئی جوئے مشینیں بنانے والوں کے پاس اس کی مرمت پر چونکہ وہاں کا سارا فن ہے سارے امیر شعبے ہیں جو پاکستانی ہیں وہ بھی کروڑ پتی ہیں۔

میں نے ایک پاکستانی دوست کی گاڑیوں کا حساب کیا پاکستانی روپے سے اس کے پاس جو چار پانچ گاڑیاں تھیں پاکستان میں ان کی قیمت چونتیس کروڑ بنتی ہے۔ پاکستانی وہاں اس پائے کے ہیں۔ لیکن جب بات چلی تو میں نے کہا یار آپ مجھے یہ بتائیے ہمیں تو رہنے دیجئے ہم تو اپنی اس دال روٹی پہ قناعت کئے ہوئے وہاں بیٹھے ہیں آپ نے یہاں کروڑوں ڈالر کمائے لیکن کیا آپ کی اولاد آپ کی نسل آپ کا مستقبل محفوظ ہے تو اس سوال پر کوئی نہیں بول سکا اس کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا تو میں نے کہا آپ نے کیا کمایا یہ کروڑوں کا سرمایہ جو ہے یہ امریکی قانون آپ کو باہر لے جانے کی اجازت نہیں دیتا دس ہزار ڈالر سے زیادہ آپ امریکہ سے روپیہ باہر نہیں بھیج سکتے خواہ آپ کا اپنا ہے خواہ کسی کا ہے یہ تو باہر جانے سے رہا اگر کسی نے امریکی عورت سے شادی کر لی ہے اور وہ اسے طلاق دیتا ہے تو ساری دولت سارا مکان اور ساری اولاد اس کی طرف جائے گی وہ اکیلا رہ جائے گا۔ دو تماشے ہو گئے اور اگر شادی وہیں سے کر کے لایا ہے تو جب اس کی اولاد نے امریکہ میں آنکھ کھولی ہے تو اب وہ کسی کی نہیں سنتے خود اس کی بھی نہیں سنتے تو میں نے کہا آپ کے پاس بچا کیا ساری عمر لگا کر والدین مر گئے قبروں پر مٹی ڈالنے نہ جا سکے بھائی مر گئے فاتحہ اور دعا نہ پڑھ سکے دوست رشتے دار گھر بار موسم بہاریں سب کچھ قربان کیا یہاں آکر آپ نے حاصل کیا کیا یہ بتائیے کسی کے پاس کچھ بھی نہیں۔

نیویارک میں میں نے ایک مولانا کے ساتھ جمعے کی نماز ادا کی بہت خوبصورت جوان آدمی تھا اور بڑا کرتا دھرتا تھا جماعت اسلامی کا ہمیں ایک محلے میں جمعہ پڑھنا تھا وقت ہو گیا مسجد نہیں مل رہی تھی تو ایک سردار جی سے پوچھا کہ یار اپنے علاقے کے لگتے ہو کوئی مسجد کا پتہ بتاؤ کہنے لگا آپاں تاں سکھ ہوندے آں۔ لیکن پرلی گلی وچ مسجد ہے گی۔ وہاں سکھ بھی ضائع ہو گئے ہیں چونکہ اس کی بھی داڑھی آدھی کٹی پتہ نہیں چلتا تھا سکھ ہے مسلمان ہے۔ سکھوں والی باتیں ان میں بھی نہیں رہیں بولنے پر پتہ چلا۔ ہم نے نماز پڑھی پانچ سات نمازی تھے رات کو ایک دوست کے پاس کھانا تھا تو انہوں نے مولانا کو بھی بلوا لیا میں نے کھانے پہ ان سے گزارش کی کہ جوان آدمی ہیں اچھے پڑھے لکھے ہیں دین بھی پڑھا آپ نے انگریزی بھی آپ کی خوبصورت ہے اچھے بولتے ہیں انگریزی میں تقریر آپ کی مزے دار تھی تو نمازی پانچ یا سات تھے کیا فائدہ پھر آپ کی جوانی کا اس شعلہ بیانی کا۔ کم از کم جمعے پر تو کچھ لوگ ہوں لوگوں کے گھروں میں

جاکر بات کرو لوگوں کو بلاؤ کہنے لگا کس کو بلائیں لوگ یا تو ڈیوٹی پر ہوتے ہیں اپنی محنت مزدوری پر ہوتے ہیں کام پر ہوتے ہیں یا پھر واپس آؤ پوچھو بیٹا کہاں ہے وہ اپنی کسی دوست لڑکی کے ساتھ گیا ہوا ہے بیٹی کہاں ہے کسی دوست لڑکے کے ساتھ گئی ہوئی ہے بی بی کہاں ہے وہ اپنے دوست کے پاس گئی ہوئی ہے میاں جی کہاں ہیں وہ اپنی دوست کے ساتھ چلے گئے تو تبلیغ کسے کریں دین کس کو بتائیں اس نے کہا مولانا یہاں تو انکا یہ حال ہے ہم تو نوکری کر رہے ہیں کہ ڈالر ملتے ہیں جو کوئی بھولا بھٹکا آجائے اسے سجدہ پڑھا دو نہیں تو نہ آئے۔ یہ جامع مسجد کا خطیب کہہ رہا ہے۔

تو قرآن حکیم بجا طور پر بڑی واضح بات فرماتا ہے فرماتا ہے جانے سے میں تمہیں نہیں روکتا روئے زمین پر جاؤ مختلف تہذیبوں کو دیکھو لوگوں کو دیکھو لیکن یہ یاد رکھو کہ جس معاشرے کی اللہ کی نافرمانی پر بنیاد رکھی گئی ہے۔ **کیف کان عاقبتہ۔** ان کی آخرت ان کا انجام ان کا حاصل کیا ہے اس پر غور کرو اسے دیکھو۔

**وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ** اور فرمایا میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم جس کے دل میں نور ایمان ہو اس بندے کو بھی دکھ ہوتا ہے انہیں دیکھ کر خود نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو کافرانہ تہذیبوں کے نتائج دیکھ کر اور انسانیت کی ذلالت پہ تکلیف ہوتی تھی فرمایا آپ صلی علیہ وسلم ان کا افسوس نہ کیا کیجئے اور ان کی طرف سے زیادہ فکر مند ہونے کی بھی ضرورت نہیں۔

**وَلَا تَكُنْ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ** یہ معاشرے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جال بنتے ہیں اس سے کوئی زیادہ خطرہ محسوس کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ معاشرہ جو نافرمانی پہ استوار ہوتا وہ یقیناً" ان افراد کو اس تہذیب کو اس طرز حیات کو مٹانے کی تگ و دو کرے گا جو اس کی موت کا سبب بنتا ہے اگر تاریکی کا بس چلے تو وہ کبھی سورج کو طلوع نہ ہونے دے اس لئے کہ اس تاریکی کے لئے موت ہے سورج کا آنا۔ لیکن کیا سورج کو تاریکی کے ڈر سے چھپ جانا چاہئے۔ یا تاریکی کا پردہ اوڑھ لینا چاہئے ہرگز نہیں۔ دین اسلام سورج ہے مومن امین ہے اللہ کے نور کا کافرانہ معاشرے کافرانہ **تہذیب** کافرانہ معیشت کافرانہ طریق سیاست یہ سب تاریکی ہے یہ ظلمت ہے مومن کو کہاں زیب دیتا ہے سورج کو کہاں زیب دیتا ہے کہ اندھیرے کی چادر اوڑھ لے اندھیرے کا نقاب پہن لے مومن کو کہاں زیب دیتا ہے کہ کافرانہ طریق سیاست اپنائیں کافرانہ تہذیب اپنائیں کافرانہ لباس اپنائیں مومن کو کہاں زیب دیتا ہے اور سورج نے سیاہی کا نقاب پہننا شروع کر دیا --- پھر تو انسانیت کا مقدر تاریک ہو جائے گا۔ اگر مومن بھی تہذیب مغرب میں ڈوب گئے تو باقی بچے گا کیا آپ نے مشرق وسطی کا حال دیکھ لیا یہ وہ عرب ہیں جنہیں اللہ نے دین کی خدمت کے لئے چن لیا تھا اور مٹھی بھر افراد نے روئے زمین سے کفر کا خاتمہ کر دیا تھا آج مٹھی بھر یہودی ان کے سینے میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے منہ پر تھوکتے ہیں اور وہ کچھ نہیں کر سکتے کیا ہو گیا ہے انہیں۔ صرف تہذیب مغرب ان کے اندر سما گئی ہے اس نے ان سے وہ عربیت وہ جرات رندانہ وہ قوت وہ بدویت چھین لی ہے ان کا اثاثہ وہی بدویت تھا۔ وہ جب سے مہذب ہو گئے ہیں۔ تہذیب مغرب ظلمت کو تہذیب اور ظالم کو مہذب کہتی ہے۔ اور نور حق کو ظلم اور باغی کہا جاتا ہے دیندار شخص کو وحشی کہا جاتا ہے لیکن کسی کے کہنے سے کیا ہوتا ہے قرآن حکیم تو دعوت دیتا ہے کہ زندگی کھلی ہوئی کتاب ہے اور ہر تہذیب کا جو نتیجہ نکل رہا ہے یہی دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے یہ دیکھ لو ان کے نتائج دیکھو انکے انجام دیکھو ان کے خاندانوں ان کے گھروں ان کے معاشرے کے حالات دیکھو اور سمجھنے کی کوشش کرو پھر اگر تم میں انسانیت کا درد جاگے تو جو خود آگ میں کودنا چاہتے ہیں ان کے جلنے پر افسوس نہ کرو اور یہ خطرہ بھی چھوڑ دو کہ ہم اگر حق پر قائم رہیں گے تو یہ باطل ہمیں کھا جائے گا۔ ان کی چالوں سے فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور جو مذاق کرتے ہیں کہتے ہیں۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ بھی کہاں گئے وہ اللہ کے وعدے اور کہاں ہے عذاب الہیٰ اگر تم سچے ہو ہم پر آیا تو نہیں فرمایا۔ قُلْ عَسٰىٓ اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا لَكُمْ ان سے کہو اتنی جلدی نہ کرو شاید تمہارے بہت ہی قریب ہو یہ وقتی لمحاتی اور روزانہ کے نتائج کے ساتھ پھر آخری ایک نتیجہ بھی آجاتا ہے جو اس نے دیکھ لیا اقوام مغرب کی کس تہذیب نے اپنا انجام نہیں دیکھا اگر انہیں توبہ کی توفیق نہیں ملی تو وہ الگ بات لیکن کتنی تہذیبیں گھڑی گئیں اور ان کا انجام وحشت و بربریت پر ہوا ظلم وجود پر ہوا تباہی پر ہوا اور جو اب چل رہی ہیں وہ بھی اسی طرف جارہی ہیں۔ اور یہ جو مہلت بھی ملی ہوئی ہے انہیں سانس لینے کی فرمایا اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ تیرا پروردگار انسانوں پہ بہت مہربانی کرتا ہے برداشت کرتا ہے بڑی درگزر فرماتا ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ لیکن حق یہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت اس کا شکریہ ادا نہیں کرتی قرآن حکیم کی تو بڑی واضح بڑی صاف دعوت ہے اگر ہم ایک کھرے اور خالص جذبے سے اپنے ملک کے ان خاندانوں اور ان گھروں کا تجزیہ ہی کر لیں جو مغربی تہذیب میں ڈوب گئے ہیں اس تہذیب کے نتائج اور خواتیم ہمیں یہاں بھی نظر آرہے ہیں۔ ہم یہاں بھی دیکھ سکتے ہیں کہ انجام کیا ہورہا ہے ان کا اور نتائج کیا نکل رہے ہیں اگر ہمیں کبھی ان تہذیبوں ان ممالک میں جانے کا اتفاق ہو تو وہاں بھی ایک ایک بندے کے ماتھے پہ درس عبرت لکھا ہوا ہے۔ اس کے باوجود اگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام میں نماز پڑھ لی اب اس کے بعد ہمیں پورا انگریز ہی نظر آنا چاہیئے اپنی معیشت میں بھی اپنی معاشرت میں بھی اپنی سیاست میں بھی اپنی عدالت میں بھی تو یہ ہماری بھول ہے یہ نمازیں EXCERCISE ایکسرسائز تو ہو سکتی ہیں عبادت نہیں اور اگر دل میں غیر اسلامی تہذیب کی عظمت موجود ہے تو بندہ مسلمان ہو نہیں سکتا۔ کہلا سکتا ہے۔ اس لئے کہ اسلام اس محبت کا نام ہے جو مومن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس درجے کی ہو حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں غیر ملکی تہذیبیں کہاں غیر ملکی معاشرت کہاں غیر ملکی معیشت فرمایا مومن تو وہ ہے جسے والدین سے اولاد سے دنیا کے سارے انسانوں سے زیادہ محبت میرے ساتھ ہو۔ جو میرے لئے ماں باپ سے لیکر اولاد تک کو قربان کر سکتا ہو گھر مال جان لٹا سکتا ہو تو دو جگہ تو کوئی بندہ فدا نہیں ہو سکتا کہ وہ مغرب پہ بھی قربان ہے اور نبی کریم پر بھی صدقے جارہا ہے دو باتیں بیک وقت نہیں ہو سکتیں ایک دل ہے۔

اللہ فرماتا ہے میں نے کسی کے سینے میں دو دل نہیں رکھے ایک ہی ہے اور اس میں ایک ہی کا بسیرا ہو گا۔ یا اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یا کافرانہ تہذیبوں کا غیر اسلامی معاشرے کا۔

تو میرے بھائی! اپنا تجزیہ کیجئے اپنے آپ کو تلاش کیجئے اپنے باطن کو اپنے ضمیر کو اپنے دل کو ٹٹولئے اس میں اگر کہیں کوئی خال کہیں کوئی خواہش صاحب بننے کی نظر آئے تو اس سے بر وقت جان چھڑائیے یہ جھاڑ جھنکار ہے یہ ویران کر دے گا۔ یہ سانپ کے انڈے ہیں اور یہ درندے پیدا کرنے کی بات ہے ہر ہر گوشے میں اللہ کا ذکر سجائیے اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت سجائیے اپنی تہذیب اپنی معیشت اپنی معاشرت اپنی سیاست اپنی ذات کے ساتھ جو کچھ وابستہ ہے اس کا رخ تو مدینہ منورہ کی طرف کر دیجئے اگر ہم ملکی سیاست کو بدلنے کا اختیار نہیں رکھتے تو یہ اختیار تو اپنے پاس ہے کہ غیر اسلامی سیاست کا حصہ نہیں بنئے۔ اگر ہم سودی معیشت کو روک نہیں سکتے تو خود کو تو سود کھانے سے روک سکتے ہیں ہم خود تو مظہر بن سکتے ہیں اسلامی تہذیب کا ہمارا وجود ہماری بول چال ہمارے معاملات اور یہ تب ہی ہو گا۔ جب دل میں اسلامی تہذیب کی اسلامی معاشرت کی اسلامی طرز حیات کی عظمت پیدا ہو گی۔ اور اگر اس طرز حیات کی عظمت نہیں ہو گی اور ہم یہ کہیں کہ ہمارے دل

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی محبت ہے تو وہ جھوٹ ہو گا۔ محبت تو اطاعت کو چاہتی ہے۔

محبت کرنے والا اپنے محبوب کا مطیع ہو جاتا ہے فرماں بردار ہو جاتا ہے غلام بن جاتا ہے مسخر ہو جاتا ہے یہ کیسی محبت ہے محبت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لیکن ہمیں نظر ویسا آنا چاہئے جیسے امریکن یا انگریز یا یورپین نظر آتے ہیں تو یہ تو کوئی محبت نہیں پھر تو ہم اپنے آپ سے جھوٹ بولتے ہیں دراصل محبت ہمیں ان سے ہے جن جیسا ہم بننا چاہتے ہیں نظر آنا چاہتے ہیں جن جیسی تہذیب جن کی تہذیب اپنانا چاہتے ہیں۔ یہ تنقید کے لئے نہیں ہے یہ سب کچھ ہماری اصلاح کے لئے ہے کہ ہم اپنا تجزیہ کر سکیں خود کو تلاش کر سکیں کم از کم میدان حشر میں ایک گردن کو گریبان سے ہم نے پکڑا ہوا ہو کہ اسے تو ہم مدینہ منورہ لے آئے مغرب سے چھڑا کر خواہ وہ ہمارا اپنا گریبان ہی ہو ایک بندہ تو ہم میدان حشر میں کھڑا کر سکیں کہ میں کچھ نہیں کر سکا پوری انسانیت میں لیکن اس ایک وجود کو میں نے بچا لیا یہ تو ہو کم از کم اگر یہ بھی ہم کھو کر گئے تو پھر کیا بچے گا۔

## بقیہ: ثانی اسلام دیغار و بلدرو نمبر

جا سکتی ہے ورنہ اسلام کے پاس سب سے بڑے محسن کی خدمات کا احاطہ کون کر سکتا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا سے رخصت ہوئے اور فتنہ ارتداد نے قصر اسلام کو ہلا ڈالا تو وہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توانا دست و بازو ہی تھے، جنہوں نے اس کی بنیادوں کو تھام لیا، لشکر اسلام کی تمام تر پیش قدمیاں آپ کی حکمت عملی کی مرہون منت ہیں۔ اس پیش رفت نے مدینے کی ریاست کو عالمی ریاست کے قالب میں ڈھالا، آپ کے انداز حکمرانی نے قیامت تک آنے والے حکمرانوں کو ایک ٹھوس لائحہ عمل دیا کہ تم چاہو تو اس کی پیروی کر کے نیابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز حاصل کر سکتے ہو، آپ کی صداقت

## بقیہ: عبادت کیا ہے؟

کرنے والے تھے، جنوں کی پوجا کرنے والے تھے، فرشتوں کی پرستش کرنے والے تھے۔ ان کا عدالتی قانون ایک تھا، ان کا معاشی نظام ایک تھا، ان کا حکومت سازی کا انداز ایک تھا، اس لئے وہ اپنی اپنی عبادت کر کے اپنے معاشرتی امور میں سارے ایک تھے۔ اسلام نے صرف عبادت الگ نہیں کی اسلام نے پورا معاشرتی ڈھانچہ ان سے الگ ترتیب دے دیا۔ سود کو حرام قرار دے دیا، شراب کو حرام قرار دے دیا، کھانے پینے کے آداب، بیع و شراء کے آداب بنا دئے، قانون بنا دئے، ان کی عدلیہ کا انکار کر دیا، ان کی ساری تہذیب کا انکار کر دیا۔ جھگڑا مسلمانوں کے ساتھ اس بات پر تھا کہ ہماری صدیوں کی تہذیب کو انہوں نے ٹھکرا دیا۔ آج بھی قرآن حکیم کا مطالبہ اپنی جگہ پر موجود ہے کہ کونے میں بیٹھ کر تمہارے جو سجدے معاشرے کو متاثر نہ کر سکیں وہ ادھوری عبادت ہے۔

اور وہ عبادت جو تیری ذات سے شروع ہو کر تیرے معاملات تک چلی جائے وہ پوری عبادت ہے۔ اللہ کریم قرآن حکیم کا صحیح فہم اور عملی زندگی میں جرات عمل عطا کرے اور کوتاہیوں کمزوریوں خامیوں سے درگزر فرمائے۔۔۔ooooo۔۔۔

شعاری نے اہل دنیا کو بتلایا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس طرح "صدیق اکبر" کے مرتبے پر ہوتا ہے۔ آپ کے اخلاص و ایثار نے ثابت کیا کہ کسی نبی کو ایسے صحابی مل جائیں تو کس طرح قدرت حق کی نصرت کا وعدہ تھوڑی مدت میں ایفاء ہو جاتا ہے، اگر ہم کسی انقلابی تحریک کو دیوان عشق قرار دے لیں تو اس کا مطلع اور مقطع حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت نظر آتی ہے۔

(بشکریہ روزنامہ پاکستان)

# عبادت کیا ہے

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا فَاعْبُدْہُ وَ اصْطَبِرْ لِعِبَادَتِہٖ ھَلْ تَعْلَمُ لَہٗ سَمِیًّا○ مریم۶۵

سورہ مریم کی اس چھوٹی سی آیہ کریمہ میں اللہ جل شانہ کی وسیع ربوبیت کا تذکرہ ہے۔ اور پھر سوالیہ انداز میں کہا گیا ہے کہ اللہ کے علاوہ تم کسی اور ایسی عظیم الشان ہستی کے بارے کچھ جانتے ہو؟ کوئی ہے ایسا؟ یعنی یہ استفہام انکاری ہے۔ کہ ایسا کوئی نہیں ہے۔ کہیں کسی نے سنا ہی نہیں ہے کہ کوئی ایسی ہستی اور ہے۔ ربوبیت کی وسعت کیا ہے؟

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں' زمینوں' ساری کائنات کا رب۔ ایک ربوبیت کے لئے بہت سے دوسرے اوصاف باری تعالیٰ کا بیان ساتھ آجاتا ہے۔ رب ہوتا ہے پیدا کرنے والا' تربیت کرنے والا' بتدریج اسے درجہ کمال تک پہنچانے والا' ہر تخلیق' ہر مخلوق' ہر ذرے کی ہر ضرورت کو' ہر وقت' ہر جگہ' پورا کرنے والا۔ ربوبیت باری تعالیٰ کے لئے علم باری تعالیٰ کی ضرورت ہے۔ اتنا وسیع علم کہ جو ہر ذرے کی' ہر ضرورت' ہر لمحے اور ہر جگہ' ہر حال میں' جانتا ہو۔ ربوبیت کے لئے قدرت کاملہ کی ضرورت ہے کہ جس چیز کی جس وقت' جہاں' جس کو' ضرورت ہو وہ مہیا کر سکے۔ بلا تاخیر' بغیر کسی دوسرے کی احتیاج کے' بغیر کسی انتظار کے' بغیر کسی ہچکچاہٹ کے' بغیر کسی تردد کے۔ گویا یہ وسیع تر نظام اس کی ربوبیت عظیم کا شاہد عدل ہے۔ ہر تنکا جو زمیں سے اگتا ہے' ہر پتہ جو کسی شاخ پر پھوٹتا ہے' ہر ذرہ جو کائنات میں کہیں موجود ہے' ہر ستارہ جو کسی بلندی پہ چمکتا ہے' سورج کی گردش ہو یا بادلوں کی روش' بجلیوں کی چمک ہو یا بارش کی گھن گرج' ہر قطرہ' ہر ذرہ اس کی ربوبیت کاملہ کا مظہر ہے۔ کہاں کہاں سے کس کس چیز کو اٹھانا ہے؟ یہ وہ بہتر جانتا ہے۔ اس کی کس جگہ؟ کس کو ضرورت ہے؟ یہ وہ بہتر جانتا ہے۔ اسے کب؟ کیسے کہاں پہنچانا ہے؟ یہ وہ بہتر جانتا ہے اور اس کا نظام اتنا مربوط ہے' اتنا مربوط ہے کہ کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ اتنا وسیع ہے' اتنا سنجیدہ ہے کہ آدمی اپنی عقل سے اس کی کڑیاں ملانے سے قاصر ہے۔ بندے کے ایک وجود میں کھربوں' کھرب ہا کھرب باڈی سیلز (جسم کے خلیات) ہوتے ہیں۔ ہر باڈی سیل ایک الگ جہان ہے' ایک الگ دنیا ہے۔ ہر سیل کی اپنی ایک دنیا ہے۔ ہر سیل میں مثبت منفی بجلی کے ذرات ہیں ان کا اپنا ایک سرکل ہے اس کا اپنا ایک چکر ہے ہر سیل پر وجود کا کچھ نہ کچھ حصہ (وہ کئی کھربواں حصہ سہی) اس پر ڈیپنڈ (انحصار) کرتا ہے' اس پر وہ استوار ہے۔ وہ اس وجود کی دیوار کی ایک

اینٹ ہے۔ پھر وہ اینٹیں ٹوٹتی ہیں۔ وہ باڈی سیلز مرتے ہیں' کھربوں کروڑوں مرتے ہیں' ایک لمحے میں کھربوں مرجاتے ہیں' ایک لمحے میں کھربوں نئے بن جاتے ہیں۔ آپ ایک غلط غذا کھالیتے ہیں۔ اس سے کھربوں سیلز ڈیمیج (تباہ) ہو جاتے ہیں۔ آپ ایک دوا ایک گولی لے لیتے ہیں اس سے کھربوں نئے بن جاتے ہیں۔ زمین و آسمان کی وسعت سے زائد' شاید ارض و سماء میں اتنی مخلوق نہ ہو جتنے باڈی سیلز ایک بندے کے وجود میں ہوں۔ اب ان میں کتنے معذور ہیں کتنے مجروح ہیں کتنے بیمار ہیں۔ کتنے مرگئے کتنے نئے پیدا ہوتے ہیں کون جانے؟ ایک قلم کی نب پر کروڑوں سیلز آ سکتے ہیں اس باریکی کو کون جانے؟ وہ سیلز کہاں سے پیدا ہوتے ہیں؟ زمین سے؟ مٹی سے؟ انسان کا وجود اس کی اساس مٹی ہے' مٹی سے پیدا ہوتے ہیں کوئی بندہ مٹی نہیں پھانکتا؟ کوئی بندہ خاک نہیں کھاتا۔ مٹی سے وجود کیسے بنتا ہے؟ وہ مٹی کو پتہ نہیں وہ کہاں کہاں سے گزارتا ہے؟ کہیں اسے جانور بنا دیتا ہے ؟ جانور کا گوشت بنا دیتا ہے' کہیں اس سے پھول پتے گھاس پھوس بناتا ہے' وہ جانور چرتے ہیں پھر ان کے خون اور ان کے گوبر سے الگ کر کے دودھ کی نہر بنا دیتا ہے۔ آپ جانور کو کاٹ لیں تو پاؤ بھر دودھ نہیں نکلتا اسی جانور کو دوہنا شروع کر دیں تو سیروں دودھ نکل آتا ہے۔ سال بھر کے دودھ کا حساب لگائیں منوں کے حساب سے بنتا ہے کہاں سے آتا ہے؟ کوئی دودھ پیتا ہے' کوئی لسی پیتا ہے' کسی کے حصے میں مکھن اور گھی آتا ہے' کوئی جانور کا گوشت کھا لیتا ہے' لیکن اساس کیا ہے اس کی؟ سب مٹی کی شکلیں ہیں' سارے وہ باڈی سیلز ہیں جنہیں مٹی سے اٹھا کر کہیں گھاس بنا دیا کہیں پھول بنا دیا' کہیں غلہ بنا دیا' کہیں گنا بنا دیا' کہیں چینی میں' کہیں شکر میں' کہیں دودھ میں' کہیں گوشت میں' پتہ نہیں کس کس وجود تک جاتے ہیں؟ کونسی مٹی کہاں چاول بنتی ہے کہاں سے منڈیوں کے چکر کاٹتی دنیا کے کس حصے میں کس بندے کے منہ میں وہ چاول جاتا ہے وہ جانتا ہے جس کا یہ پروگرام ہے کہ اس چاول میں کس بندے کے باڈی سیلز کی مٹی موجود ہے وہ وہاں لے جاتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ یہ گنا جو اگا ہے اس میں کس کس کس کے باڈی سیلز موجود ہیں؟ جانور کا حصہ کتنا ہے؟ کس پرندے کا کتنا ہے؟ انسان کا کتنا ہے؟ ان ملوں سے' منڈیوں سے گزارتا ہوا چینی کا وہ چمچ اس بندے تک پہنچا دیتا ہے جس کے باڈی سیلز اس میں ہوتے ہیں۔ اتنا مربوط نظام ہے اس کا اور اتنا مضبوط ہے۔ کہیں اس میں کوئی جھول نہیں کوئی ایک دانہ کسی دوسرے کے حصے کا غلطی سے کسی دوسرے کے منہ میں نہیں آتا۔

ایک حکایت ہے اس ضمن میں مولوی سعدی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھی۔ فرماتے ہیں کسی ولی اللہ کے پاس کوئی شخص پہنچا اس کے ہاتھ پہ گندم کا دانہ تھا۔ وہ کہنے لگا کہ آپ کے مشاہدات اور آپکی بصیرت کی بڑی تعریف سنی ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ یہ بتا دیں کہ یہ غلے کا دانہ کس کا نصیب ہے؟ فرمانے لگے میرا دل یہ کہتا ہے کہ حرم میں رہنے والے کبوتروں میں کوئی کبوتر ایسا ہے جس کا نصیب یہ دانہ ہے۔ اس نے کہا چلو آپ کے مشاہدے کا پتہ تو چل گیا یہ تو میرے ہاتھ پر ہے میں یہ کھا رہا تھا یہ کہہ کر اس نے وہ دانہ پھانک لیا اللہ کی شان وہ حلق میں پھنس گیا۔ اسے کھانسی آئی' چھینک آئی وہ دماغ میں چلا گیا۔ اب ایک نئی مصیبت بن گئی۔ پھرتے پھراتے کہیں اسے پتہ چلا کہ ایک جراح مکہ مکرمہ میں ہے وہ اس کے پاس گیا اس نے جراحی کی۔ اس نے اوپر سے ناک کھولا' چیرا' ہڈی کھولی' اس میں سے وہ دانہ پکڑ کر چمٹی سے نکالا' باہر رکھا میز پر اور اسے بتایا کہ دیکھو یہ غلے کا دانہ تھا۔ یہ تو پھول کر اتنا موٹا ہو گیا اور یہ بڑا مشکل اپریشن تھا۔ وہ اس سے باتیں کر رہا تھا کبوتر آکر میز پر بیٹھا اور دانہ کھا کر چلا گیا۔ تو وہ جس کا حصہ تھا اس تک پہنچ گیا۔ اہل اللہ میں سے ایک ولی اللہ تھے۔ انہیں خبط تھا۔ لگے رہتے تھے۔ مشاہدات کافی تھے بیان بھی کر دیتے تھے۔

ایک دن کہنے لگے کہ میں نے دیکھا میری روزی کا

ایک روپیہ، قادر مطلق نے اتارا ہے لیکن فرماتے ہیں میں دیکھ رہا تھا اور وہ روپیہ ایک بیسوا کے دامن میں گرا، ایک مغنیہ کے دامن میں گرا، ایک بازاری عورت کے دامن میں گرا۔ اور میں حیران ہو گیا بارالہا! یہ میرے مقدر کا ہے اور ایک پیشہ ور مغنیہ اور ایک گانے بجانے والی کے پاس چلا گیا تو میرا اس کا کیا رابطہ؟ میرے پاس کہاں سے آئے گا؟ اور اس کا پیشہ حرام کاری ہے مجھے دے گی تو حرام کا روپیہ میں کیسے کھاؤں گا؟ فرماتے ہیں میں نے اپنے روپے پر نگاہ رکھی تو میں نے دیکھا کہ اس پر جو ٹیکس لگا اس میں وہ روپیہ اس نے حکومت کو ٹیکس میں جمع کرا دیا۔ حکومت نے اپنے کارندوں کو تنخواہ دی تو پولیس کے ایک سپاہی کی تنخواہ میں وہ روپیہ اسے تنخواہ بن کر ملا اور وہ میرا مرید تھا وہ مجھے روپیہ نذر کرنے آیا۔ تو میں نے کہا دیکھ بار الہا تو نے اسے ایک حرام کار کو دیا۔ پھر اس سے حکومت کے خزانے میں چلا گیا وہ معاملہ اس کا حکومت کا تھا۔ اس نے تو اپنی حلال تنخواہ لی، مزدوری لی وہی حلال ہو گیا اس نے تیرے نام پر مجھے نذر کر دیا میرے پاس تو تیرے نام سے آیا۔

ایک نظام ہے میرے بھائی! جس پر اہل اللہ نے صاحب بصیرت لوگوں نے بعض اوقات عجیب و غریب باتیں کہی ہیں لیکن شعور اور عقلی علم کے مطابق بھی یہ نظام سمجھ میں آتا ہے کہ کس طرح سے کہاں کہاں سے ایک ذرے کو چلاتا ہے اور کہاں کہاں پہنچاتا ہے؟ یہ اتنی لمبی حکایت ان دو لفظوں میں رب العالمین نے کیوں ارشاد فرمائی؟ اتنی ربوبیت واسع کا تذکرہ اس چھوٹی سی آیت میں کیوں کیا گیا؟ فرمایا

کہ عبادت ہوتی ہے نفع کی امید پر کسی کی اطاعت کرنا یا اس کے نقصان سے، اس کی ناراضگی کے اندیشے سے اس کی اطاعت کرنا۔ یہ عبادت ہوتی ہے۔ تو فرمایا تیرا نفع اور تیرا نقصان صرف اس وحدہ لا شریک کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اس کا اتنا مربوط نظام ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا جابر سلطان اس میں مداخلت نہیں کر سکتا۔ کوئی اسے روک نہیں سکتا کوئی اسے بدل نہیں سکتا اگر وہ تجھے بھلائی پہنچانا چاہتا ہے تو ساری دنیا کی طاقتیں مل کر نہیں روک سکتیں۔ اگر تجھ پر عذاب نازل کرنا چاہتا ہے تو ساری دنیا مل کر نہیں روک سکتی۔ اس کا اپنا نظام اس کا اپنا کام ہے۔ سو فرمایا

فَاعْبُدْهُ صرف اس کی عبادت کر۔ دوسرا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ عبادت یعنی غیر مشروط اطاعت، اس امید پر کہ اطاعت کرنے سے میرا نفع ہو گا، عدم اطاعت میں میرا نقصان ہے، یہ شان صرف اللہ کی ہے۔ اب اگر کوئی اللہ کو چھوڑ کر کہتا ہے خیر ہے اللہ کی نافرمانی ہو جائے لیکن یہ بادشاہ وقت، یہ زمانہ، یہ لوگ، یہ صاحب اقتدار، یہ دوست، اس کی اطاعت نہ کی تو زیادہ نقصان ہو گا۔ اسی کو شرک کہتے ہیں۔

مولانا احمد علی لاہوری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم میں سے اللہ کو رب ماننے والے کم ہیں۔ کسی کا عہدہ اور ملازمت اسی کا رب ہے، کسی کی دکان اور تجارت اس کا رب ہے، کسی کے زمین اور کھیت اس کا رب ہیں، اس نے اپنی ساری امیدیں ان سے وابستہ کر رکھی ہیں۔ ان سے فرصت ملے تو رب کو بھی سجدہ کر لیتا ہے ورنہ اللہ کی عبادت چھوڑ دیتا ہے اور ان کاموں میں سستی نہیں کرتا۔ وہ فرماتے تھے کہ اکثریت میں سے کسی کی دوکان، اس کا رب ہے، کسی کے کھیت اس کا رب ہیں، کسی کی ملازمت اس کا رب ہے، اور اللہ کی ربوبیت تو ثانوی ہے کہ ان ربوں کی پرستش سے کوئی وقت بچ گیا تو اسے بھی ٹوٹا پھوٹا سجدہ کر لیا۔ سو فرمایا

فَاعْبُدْهُ عبادت صرف اللہ کی ہو۔ اگر اس کی اطاعت میں کاروبار میں نقصان کا اندیشہ ہے تو اس کی اطاعت نہیں چھوڑی جائے گی۔ یہ اندیشہ بے سود ہے کہ کاروبار میں برکت دینا یا کمی کرنا اس کا کام ہے، تیری میری عقل و شعور کا نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد عالی،

موجود ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرے رب کا نظام ایسا ہے کہ بندے کو دو میں سے ایک طرف نقصان اٹھانا پڑتا ہے یا دین میں یا دنیا میں۔ اگر دین میں اپنی پوری توجہ رکھے گا تو جو متوقع آسائشیں دنیا سے ملنے کی ہے اس میں کمی آجائے گی۔ اس طرح کی آسائشیں نہیں مل سکیں گی۔ یقیناً" اسے اپنی ان امیدوں کی نسبت کم فوائد ہوں گے یعنی کچھ نقصان ہی ہو گا۔ اور اگر دنیا میں اپنی ساری آرزوں کے لئے سارا وقت وقف کر دے گا تو دین میں نقصان ہوگا۔ یہ ناممکن ہے کہ وہ دونوں طرف پورا پورا استفادہ کر سکتاہو۔ اور ہم اس درجے میں رہتے ہیں کہ دنیا کے لئے جو منصوبہ بندی ہم نے کی ہے اس پر پورا وقت لگ جائے۔ اب کوئی وقت بچ گیا تو اللہ کی عبادت بھی کر لیں گے۔ اور وہ وقت جو ہم عبادت کے لئے لگاتے ہیں ظاہرا" اللہ کے لئے ہوتا ہے اور باطنا" اس میں بھی دنیا کے پیچ و خم کھول رہے ہوتے ہیں' اس کی زلفیں سلجھا رہے ہوتے ہیں' اس کے قصے دل میں زیر بحث ہوتے ہیں۔ اور اس طرف لگے ہوتے ہیں تو فرمایا نہیں بھائی ایسا نہیں ہے۔

فَاعۡبُدۡهُ عبادت صرف اس کی کر جس کی اس وسیع تر ربوبیت میں تیرا وجود بھی شامل ہے۔ تیری تخلیق' تیری بقا تیری تربیت' درجہ بدرجہ چلا کر تجھے تیری منزل پر پہنچانا' یہ اس کا کام ہے۔ ایک بات تو یہ طے ہو گئی کہ عبادت صرف اس کی ہوگی۔ لیکن کیا اتنا کافی ہے کہ تو اپنی زندگی میں صرف اللہ کی عبادت کر؟ فرمایا نہیں یہ ادھورا کام ہے' یہ آدھا کام ہے کہ تو اللہ کی بندگی کرے اس کی اطاعت کرے دوسرا حصہ اس کا یہ ہے

وَاصۡطَبِرۡ لِعِبَادَتِهٖ اس کی عبادت پر جم کر رہے بھی۔ یہ نہیں کہ میں خود تو سود نہیں لیتا لیکن سودی نظام خیر ہے یہ میں برداشت کر لوں گا۔ یہ عبادت پر ثابت قدمی نہیں ہے میں خود تو جھوٹ نہیں بولتا لیکن جھوٹا قانون ہے تو خیر ہے میں اسے برداشت کر لوں گا' میں خود تو دین کے خلاف کام نہیں کرتا لیکن نظام سلطنت دین کے خلاف ہے خیر ہے میں اسے برداشت کر لوں گا۔ فرمایا یہ نہیں۔ پھر تیرے ان نوافل کا' تیرے فرائض کا' تیری اذانوں کا' تیرے صلوۃ والسلام کا' تیرے سجدوں کا کیا فائدہ کہ وہ جب معاشرے کا حصہ نہ بن سکیں؟ تیری زندگی کا' تیرے ماحول کا تیری تہذیب کا حصہ نہ بن سکیں تو کیا مانا تو نے اللہ کی حاکیت کو؟ صرف اپنی ذات کے اس چولے کے اندر اندر اللہ کی حاکیت اور ساری فضا میں غیر اللہ کی حاکیت قبول کر لی تو نے تو بتا اللہ کو کتنا حصہ دیا؟ غیر اللہ کو کتنا دیا؟

وَاصۡطَبِرۡ لِعِبَادَتِهٖ اسکی عبادت پر جم بھی جا کہ تہذیب کا ہر ہر موڑ' معاشرے کا ہر ہر کام' فکر کا ہر ہر انداز' عمل کی ہر ہر کڑی ویسی ہو گی جیسا میرا رب چاہتا ہے۔ فَاعۡبُدۡهُ دیکھو دو لفظ فرمائے ہیں رب کریم نے فَاعۡبُدۡهُ صرف اس کی عبادت کر وَاصۡطَبِرۡ لِعِبَادَتِهٖ یہ نہیں کہ تو صرف نفلیں پڑھ کے' تسبیح پڑھ کے' دعا مانگ کے فارغ ہوجا۔ اس عبادت پر جم بھی جا کہ تو باہر نکلے ماحول میں' معاشرے میں' کاروبار میں' تجارت میں' ملازمت میں' قانون میں' عدالت میں' سیاست میں ہر میدان عمل میں اللہ کی عبادت تیرے ساتھ ہو۔ تیری سیاست اللہ کی عبادت ہو' تیرا قانون اللہ کی عبادت ہو' تیری تجارت اللہ کی عبادت ہو' تیری کھیتی باڑی اللہ کی عبادت ہو اور اس ضابطہ حیات کے مطابق ہو جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا۔ یعنی اصل بہت مشکل ہے کہ اس عالم ہاؤ ہو میں' اس بت خانہ دنیا میں' اس بت کدہ عالم میں' اتنے کروڑوں بتوں کو چھوڑ کر کوئی اللہ کی رحمت کے دامن کے ساتھ چپک جائے' یہ بڑے حوصلے کا کام ہے۔ بڑی ہمت کا کام ہے۔ زندگی میں اتنے دن نہیں ہیں اور دنوں میں اتنے گھنٹے اور اتنے لمحے نہیں ہیں جتنے بت ایک ایک قدم پر کھڑے ہیں۔ کہیں طاقت کا بت ہے' کہیں لالچ کا بت ہے بے شمار طاغوت معاشرے میں دندناتے پھرتے ہیں۔ بڑی ہمت کا کام ہے کہ ان کروڑوں مگرمچھوں کا منہ بند کر کے بندہ ان کے درمیان سے نکل جائے کسی کا نوالہ نہ بنے اور محض اللہ رب العزت کے

دروازے پہ اپنی پیشانی رکھ دے یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔
اللہ توفیق دے۔ لیکن صرف پیشانی نہ رکھے۔ اپنی پیشانی نہ رکھے ان بتوں کی گردن پر سواری بھی کرے یہ مطلوب باری ہے۔

وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ اس کی عبادت پر جم بھی جا کہ تیرا ہر فعل، تیرا ہر قول، ہر میدان میں پتہ چلتا رہے کہ یہ کس کا بندہ ہے؟ یہ اس کی بات کرے گا، یہ کسی کی نہیں مانے گا۔ اور پھر فرمایا اگر تو اتنی قربانی کر گزرے گا تو تو حق پر ہو گا۔ اس لئے

هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا کبھی تو نے کوئی ایسا دوسرا عظیم نام سنا ہے؟ کوئی اتنا عظیم الشان پروردگار ہے؟ کوئی دوسرا اس جیسا ہے کہ اس کے نام پر اس طرح سے قربان ہوا جائے؟ اس طرح سے اس کی غلامی کی جائے؟ اس طرح سے بندہ اس پر فدا ہو سکے؟ کوئی دوسرا محبوب جس میں یہ ساری ادائیں موجود ہوں ہے کوئی تیرے علم میں ہے؟ جب ہے ہی نہیں تو پھر اس عظیم مالک الملک کی جگہ تو اس کی مخلوق کا کوئی ادنیٰ فرد بٹھا دے گا۔ کہیں اس کی عظمت کی جگہ تو طاغوت کی قیادت تو تسلیم نہیں کر چکا؟ کہیں تو ہوس اور دولت کے بت کو تو وہاں نہیں بٹھا رہا؟ کہیں اقتدار اور اس پہ بڑائی پہ، اپنی ذاتی انانیت پہ کہیں خود کو تو رب نہیں منواتا پھر رہا؟ فرمایا جس طرف بھی جائے گا تو اندھیر، ظلمت، نامرادی، ناامیدی کے علاوہ کچھ نہیں پائے گا۔ کوئی دوسرا نام کائنات بسیط میں کسی سننے والے نے سنا ہی نہیں کہ اس شان کو پاسکے۔

هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا کہیں کسی کو کوئی اس عظمت کا دوسرا نام سننے کی کوئی امید ہے؟ ہرگز نہیں۔

تو برادران گرامی! ہم نے دین کو فرد کا ذاتی معاملہ لیا ہے۔ یہ وہ بدمعاشی ہے جو یہودیت نے اور عیسائیت نے اس وقت اختیار کی جب وہ دین سے بیگانہ ہو گئے۔ اور دین کو انہوں نے فرد کا ذاتی معاملہ کہہ کر معاشرتی امور سے، معاشی امور سے، تہذیبی امور سے یکسر بیگانہ کر دیا۔ حکومت کیا کرتی ہے؟ حکومت کیا سوچتی ہے؟ معاشرے میں قانون کیا ہو گا؟ معاشرے کے بیع و شراء (خرید و فروخت) کے اصول کیا ہوں گے؟ جرم اور انسداد جرم کیسے کیا جائے گا؟ حکومت سازی کیسے ہو گی اور کیسے نہیں ہو گی؟ اجتماعی اور قومی امور میں عبادت کیا ہے؟ عقیدہ کیا ہے؟ عمل کیا ہے؟ حلال کیا ہے؟ حرام کیا ہے؟ شادی کیسے کرنی ہے؟ اولاد کا کیا ہو گا؟ وراثت کیا ہے؟ یہ ہو گئے فرد کے ذاتی امور۔ اپنے امور میں انہوں نے کہا کہ ہر بندہ آزاد ہے جو مرضی ہے دین عقیدہ اختیار کرے اور اجتماعی کام جو ہیں وہ قوم آزاد ہے جو اس کا جی چاہے کرے۔ لیکن یہ وہ دین تھے، وہ ادیان تھے جو بدل دیئے گئے، جن میں تحریف کر دی گئی، جن کی کتابیں مٹا کر ان کی جگہ نئی لکھ دی گئیں جن کے احکام ختم کر کے ان کی جگہ نئے لکھ دیئے گئے۔ اور آج آپ کے بنگلہ دیش میں تسلیم نسرین نے (ایک رائٹر ہے بنگلہ دیش کی خاتون) نے بڑے زور سے یہ کہا ہے کہ مسلمانوں کی مقدس کتاب یعنی قران کو بھی بہت غور و فکر سے اصلاح کی ضرورت ہے

اس کے الفاظ ہیں انگریزی کے

THE HOLY QURAN SHOULD BE REVISED THOROUGHLY

یعنی بڑے غور و فکر سے اس کی اصلاح کی جانی چاہئے اور اسے دوبارہ لکھا جانا چاہئے۔ موجودہ معاشرے کے مطابق۔

تو بڑا شور ہوا احتجاج ہوا اسے قتل کر دو -----
حکومت اسے بچاتی پھرتی ہے، لوگ شور کرتے پھرتے ہیں، ایک تماشہ بنا ہوا ہے لیکن بات سوچنے کی یہ ہے کہ یہودیت و نصرانیت کا وہ شیطان جس نے اپنے وقت کے سچے مذہبوں کو نگل کر ان کی جگہ خرافات، بت پرستی، شرک اور کفر کو مذہب میں سمو دیا آج وہ عفریت ہمارے دانشوروں، مسلمان ادیبوں، مسلمان شاعروں، کے منہ سے بولتا ہے۔ آپ کے جوش ملیح آبادی کے منہ سے بولتا ہے، آپ کے فیض احمد فیض کے منہ سے بولتا ہے، آپ کے احمد فراز کے منہ سے

بولتا ہے اور کتنے نام ہیں کہاں تک گنا جائے۔ کسی بھی ادیب، کسی بھی شاعر کو فوراً مشہور ہونے کے لئے دین کا مذاق اڑانا، عظمت باری پہ تمسخر اور پھبتیاں کسنا، قران اور کتاب اللہ کا مذاق اڑاتا کوئی ادیب، کوئی دانشور، کوئی لکھنے والا، کوئی شاعر یہ روش اپنا لے وہ فوراً شہرت کی بلندیوں پہ چلا جاتا ہے۔ یہ جو قوم کا ادیب اور دانشور اور شاعر اور لکھنے والا طبقہ ہوتا ہے یہ نبض ہوتی ہے قوم کی آپ کسی بھی قوم کا ادب پڑھ کر اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس قوم کی فکر کیا ہے؟ اس کی سوچ کیا ہے؟ ان میں جرات کتنی ہے ان کے نظریات کیا ہیں؟ اور یہ کیسے لوگ ہیں؟ آج ہمارے ادب میں فحشات، بدمعاشی، چوری اور ڈکیتی کے ناول زیادہ مشہور ہیں۔ اور اس کے ساتھ تمسخر دین کا، دینی عقائد کا، دینی حقائق کا اور تیسرا حصہ ہمارے ادب میں وہ ہے جو ہندو مذھب کی بنیاد سے وابستہ ہے۔ کہیں سانپ انسان بن جاتا ہے، کہیں مرنے والا دوبارہ آ جاتا ہے (آواگون کا نظریہ ہے ہندوؤں کا ہے۔) یہ تین ستون ہیں ہمارے آج کے ادب کے اس لئے کہ ہر وہ بندہ ادیب ہے جسے دین سے کوئی مس نہیں ہے اور جس نے دین کے لئے دو سجدے کئے اس کے لئے یہ کونہ کافی ہے کہ اس نے اب چلہ لگا لیا تبلیغ کا، کچھ دیر ذکر کر لیا، اس نے ایک تسبیح پکڑ لی اور میدان سے فارغ ہو گیا۔ گویا عبادت تو کرتا رہا لیکن دوسرا حکم۔ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ چھوڑ دیا۔ تو وہ ادھوری عبادت جو ماحول کو، معاشرے کو، فضا کو، متاثر نہ کر سکے وہ اس کی شان کے لائق نہیں ہے۔ کون اس کو روک سکتا ہے؟ کون اس کی رحمت کو روک سکتا ہے؟ بات بخشش کی نہیں ہے بات عبادت کے معیار کی ہے کہ کیا اس قابل ہے کہ اس کی بارگاہ میں پیش ہو سکے؟

حدیث شریف میں آتا ہے کہ بہت سے نمازی ایسے ہوتے ہیں کہ نماز ادا کرنے کے بعد جب فرشتہ بارگاہ الوہیت میں ان کی عبادت لے کر جاتا ہے تو حکم ہوتا ہے کہ اسے پرانی بوری کی طرح لپیٹ کر اس کے منہ پر دے مارو اور وہ فرشتہ واقعی اسے لپیٹ کر وہاں سے پھینک کر مارتا ہے کہ اپنے سجدے پاس رکھو۔ یہ عبادتیں ہیں جو ہماری معاشرتی زندگی کو متاثر نہیں کرتیں۔

فطرانہ ایک چھوٹا سا عمل ہے عید الفطر کے لئے آپ کچھ ضرور دیجئے تاکہ جس غریب کے پاس نہیں ہے وہ بھی عید منا سکے۔ فطرانے کے باب میں بخاری شریف میں موجود ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو فطرانہ ادا نہیں کرتا تو رمضان کے روزے جب فرشتہ لے کر بارگاہ الوہیت میں پیش کرنے جاتا ہے تو اللہ فرماتا ہے معاشرے میں تو دو سیر گیہوں یہ نہ دے سکا کہ کوئی فقیر بھی عید کر لیتا، تیس دن بھوکا پیاسا رہ کر یہ تیس دن کی بھوک پیاس میری طرف کس لئے بھیج دی؟

یعنی معاشرتی حساب سے، تہذیبی اعتبار سے، اپنے معاشرے کے عمل کے اعتبار سے، تو یہ دو سیر غلہ نہ دے سکا۔ اور تیس دن کی بھوک پیاس بھیج دی کہ میں نے بڑی فرازی کی ہے۔ فرشتے کو حکم ہوتا ہے۔ وہ لپیٹ کر اس کے روزے اس کے منہ پر مارتا ہے یہ رکھو اپنے پاس۔ یعنی یہ دو حصے ہیں۔

فَاعْبُدْهُ اسی کی عبادت کرو۔ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ اس کی عبادت پر جم جا۔ مکے میں جو شور ہوا تھا، مسلمانوں کے ساتھ جو جھگڑا ہوا تھا وہ اللہ کی عبادت پر نہیں ہوا تھا اس بات پر ہوا تھا کہ انہوں نے مکے کی پوری تہذیب کا بائیکاٹ کر دیا تھا۔ وہ مکے کا قانون نہیں مانتے تھے، مکے کا عدالتی نظام نہیں مانتے تھے، اس بات پر جھگڑا ہوا تھا۔ اہل مکہ کے لئے مسلمان اس لئے ناقابل برداشت ہو گئے تھے کہ وہ اہل مکہ کی معاشرت کو نہیں مانتے تھے وہ جم گئے تھے اللہ کی اطاعت پر۔ ورنہ مکہ میں پہلے صرف مشرک ہی نہیں تھے وہاں تو بت پرست بھی تھے، مشرک بھی تھے، عیسائی بھی تھے، یہودی بھی تھے اور بے شمار بت پرست ایسے تھے کوئی ایک بت کو مانتا تھا کوئی دوسرے بت کو مانتا تھا، کاہنوں کی پوجا

باقی صفحہ نمبر ۴۳ پر

# نفاذِ شریعت اور مالاکنڈ کی جدوجہد

ڈاکٹر نسیم صوفی

ڈاکٹر محمد فاروق صاحب نے جنگ (۲۳ نومبر ۹۴ء) میں مالاکنڈ کی جدوجہد کے تاریخی پس منظر اور اس جدوجہد کے جواز کا مسئلہ اٹھایا ہے۔ ڈاکٹر صاحب معروف دانشور ہیں۔ انہوں نے اس جدوجہد کے بارے میں دینی شرائط کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ "نفاذ شریعت کے مطالبہ پر زور دینے کے لئے مسلح مزاحمت کا کوئی دینی جواز نہیں بلکہ دینی شرائط کے بموجب یہ صحیح نقطہ نظر نہیں ہے۔" ضرورت اس بات کی ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے اس فتوے کا جائزہ لیا جائے۔ یہ بات کہ وہ دینی علوم سے کما حقہ آگاہ نہیں، بلکہ دماغی امراض کے معالج ہیں مدنظر رہنا چاہیے۔

قطع نظر اس بات کے کہ آیا یہ مزاحمت یا جدوجہد آیا 'خروج' ہے جس کے بارے میں ڈاکٹر صاحب نے تفصیلاً لکھا ہے اور اس کی تین شرائط کا ذکر کرتے ہوئے اسے خلاف اسلام قرار دیا ہے' دیکھنا یہ ہے کہ یہ مسلح جدوجہد کن حالات میں شروع ہوئی۔ حکومت نے بار بار کی یقین دہانیوں کے باوجود شریعت کے قوانین کے ایک ایسے محدود علاقے میں محدود معاملات میں بھی اجازت دینے سے انکار کر دیا جس کا وعدہ وہ کر چکی تھی۔ یہی نہیں وہ ان وعدوں کو پرکاہ وقعت دینے کی بجائے اور معاملات کو مذاکرات کے ذریعے طے کرنے کی بجائے ایک برس تک لوگوں میں اسلحہ کے پہنچنے اور عوام کی جانب سے اپنی ضروریات کی چیزیں بیچ کر اسلحہ خریدنے کے عمل کو دیکھتی رہی۔ لوگوں کے پیمانہ صبر کو لبریز ہونے دیا گیا اور وہ وقت آگیا کہ لوگ پہاڑوں پر مورچہ بند ہو گئے۔ "شریعت یا شہادت" ان کا نعرہ تھا۔ اس میں قطعی طور پر کوئی شک نہیں کہ یہ تمام صورت حال انتظامیہ کی اپنی پیدا کردہ تھی اس معاملے کو دانشمندی کے ساتھ بہت پہلے طے کر لیا جا سکتا تھا۔ لیکن ایسے اندازے یہ تمام کام کیا گیا جب کہ برطانوی دور میں قبائل کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ نہیں فرمایا کہ کننگھم، آلف کیرو یا چیمبرلین کے نقش قدم پر چلنا حکومت کے لئے کس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے ثابت ہوتا ہے۔

پاکستان کا قیام ہی شریعت کے نفاذ کے لئے ہوا تھا۔ لفظ پاکستان کا مفہوم بھی "مسجد" کا ہے۔ کہ پاک جگہ کا تصور مسجد کا ہی ہے۔ اب اس پاک جگہ یا مسجد میں رہنے والوں کو اگر اللہ کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق زندگی گذارنے کا اختیار نہ دیا جائے' حتی کہ ان کی مجموعی زندگی کے ایک معمولی حصے یعنی قانون کے معاملے میں بھی انہیں انگریزوں اور ان کے پروردہ لوگوں کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق رہنے پر مجبور کیا جائے تو کیا انہیں اپنے مطالبات کو منوانے کے لئے کسی قسم کی جدوجہد کی اجازت ہے یا نہیں۔

گاندھی کے فلسفہ عدم تشدد کے اثرات صوبہ سرحد میں خاصے گہرے ہیں، حتیٰ کہ وہ لوگ جو اسے نہیں مانتے وہ بھی سوچ کے اعتبار سے اس سے مرعوب ہیں۔ یہ فلسفہ جو گاندھی اور اس کے گروہ نے ایجاد کیا وہ مسلمانوں کے جہاد کے بالکل الٹ نظریہ تھا اور مغرب کی سوچ یعنی جمہوریت، کونسل، ووٹ اور پرامن جدوجہد جیسے نعروں کے عین مطابق ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے "منشور" کا بھی تذکرہ فرمایا ہے۔ سوال یہ ہے کہ پاکستان میں کس سیاسی جماعت نے کبھی "منشور" کے مطابق کاروبار مملکت چلایا ہے، نمائندوں، انتخابات اور ایسے ہی مختلف سیکولر جمہوریت کے راستوں سے اسلام کے نفاذ کی کوئی تدبیر اتنی ہی عملی ہے جتنا امریکہ سڑک کے راستے جانے کی منصوبہ بندی۔ دینی طبقات کے ذمے ڈاکٹر صاحب نے یہ کام لگایا ہے کہ "وہ ملک کے بالادست طبقات کو دین کا شعور بہم پہنچائیں کیونکہ زمام کار ہمیشہ اسی بالادست طبقہ کے پاس رہتا ہے اور دوسری طرف عوام کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کریں اور ان میں صحیح دینی سپرٹ پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اگر یہ منزل سر ہو جائے تو بالکل پرامن انتخابی طریقہ سے تبدیلی ممکن ہے بلکہ موجودہ حالات میں دین نے ہمیں اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ اپنانے کا اختیار ہی نہیں دیا"

ڈاکٹر صاحب نے زمام کار کا اس 'بالادست طبقہ' کے پاس رہنے کو تاریخی جبر بنا ڈالا ہے اور اس کے بعد انہوں نے پرامن انتخابی طریقے کو بھی واحد دینی طریقہ قرار دے ڈالا ہے۔ اس پر اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

اگر ٹھہری یہ شرط وصل لیلیٰ
تو استعفیٰ مرا با حسرت و یاس

ملک کے بالادست طبقوں کو دین کا شعور پہنچانا بڑا ہی نیک کام ہے۔ ایک رکن پارلیمنٹ نے اپنے ساتھیوں کے بارے میں کہا ہے کہ انہیں ضرور تبلیغ کی جائے بشرطیکہ وہ کبھی دستیاب ہو سکیں۔ جو لوگ اپنے ووٹروں کو سال میں کبھی کبھار مل سکیں اور اسلام آباد میں اپنے مخصوص ٹھکانوں ہی پر ہوں جہاں کہ خود ان کے سوا کسی اور کو پتہ معلوم نہ ہو ان کے بارے میں ڈاکٹر صاحب کے حسن ظن اور معصومیت کی داد ہی دی جا سکتی ہے۔

پھر یہ وہی طبقہ ہے جس نے ۱۹۵۳ء میں لاہور کے مسلمانوں کے سینے اس بے دردی سے چھلنی کیے کہ شاید انگریز بھی نہ کر پاتا اور تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوران لاہور میں صرف ایک دن میں پچاس افراد کو شہید کر ڈالا۔ جہاں تک مالاکنڈ کے شہداء کا تعلق ہے یہ تو معاملہ قیامت کے دن ہی کھلے گا کہ وہ کس جرم کی پاداش میں اس دنیا سے گئے۔ ان کا خون ناحق جس کسی کے بھی ذمے ہو، خود ڈاکٹر صاحب کی دانشوری جس نے اس خون کی وجہ سے جواز تلاش کرنے کی کوشش کی ہے اس خون کے چھینٹوں سے نہ بچ سکے گی۔

اس موقع پر محمد حسین بٹالوی کی "الاقتصاد فی مسائل الجہاد" کا ذکر بے وقت نہ ہو گا۔ انہوں نے انیسویں صدی کے اواخر میں جہاد کو خلاف شریعت ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ ڈاکٹر صاحب کی کوشش اسی کے تتبع میں ہے فرق صرف یہ ہے کہ اب بیچ میں گاندھی اور جمہوریت آن پڑی ہے دلائل کی اٹھان اس سے مختلف نہیں۔ محمد حسین بٹالوی کو انگریزوں نے جاگیر عطا کی تھی۔

ڈاکٹر صاحب اپنی رائے کا پورا پورا حق رکھتے ہیں لیکن وہ یہ خوب سمجھ لیں کہ منطق اور دلائل کا تعلق اس دماغ سے ہے جس کے معالج ہیں، ایک روز آئے گا جس دن یہ منطق و دلائل کسی کام نہیں آئیں گے صرف اور صرف قلب سلیم کام آئے گا۔ خون شہداء ان سے وہ ان گنت سوال کرے گا جس کا جواب انہیں مغربی جمہوریت کی کسی حوالہ جاتی کتاب سے نہیں مل سکے گا۔

**المرشد کا سالانہ چندہ**

۱۵۰ روپے ہے۔ مہربانی فرمائیے اور کیش یا منی آرڈر کی صورت میں ادا کیجئے۔ چیک کی صورت میں ۱۷۵ روپے ہوں گے۔ کم کا چیک قابل قبول نہیں ہو گا۔
ایڈیٹر

# ثانیٔ اسلام و غار و بدر و قبر

صاحبزادہ سیّد خورشید احمد گیلانی

رسول اکرم صلی اللہ کے جانشین اول، مزاج شناس نبوت امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر لکھی جانے والی چند سطور کا عنوان علامہ اقبالؒ کا ایک مصرعہ ہے، جس میں انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی پوری شخصیت کو سمو دیا ہے، یعنی اسلام کی تاریخ میں ہر موقع پر پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ جو دوسرا شخص نظر آتا ہے، وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں، اسلامی تحریک کا آغاز غار حرا کی پہلی وحی سے ہوتا ہے، اس کا پہلا چھوٹا سا مرکز دارا رقم بنتا ہے، اور پھر کئی مرحلوں سے گزر کر فتح مکہ کے دن کامل انقلاب سے ہمکنار ہوتی ہے۔ پھر اس کے بعد یہ تحریک عالمی اسلامی ریاست کا درجہ پاتی ہے، تئیس برس کے اس عرصے میں کوئی ایک لمحہ ایسا نہیں کہ تاریخ کی نگاہوں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوجھل ہوئے ہوں۔ ہر مرحلے اور ہر موڑ پر حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شانہ بشانہ کھڑے دکھائی دیتے ہیں۔ تحریک اسلامی کو تبلیغ کے نقطہ آغاز سے کامل انقلاب کے نقطہ عروج تک پہنچنے میں کئی مراحل پیش آئے۔ اپنوں کی بے اعتنائی، گھر کا محاصرہ، تضحیک و استہزاء، جان لیوا صبر، معاشی مقاطعہ، معاشرتی دباؤ، پر ہجوم بستی میں اجنبیت کا احساس، جسمانی تشدد، قتل کے منصوبے، جلاوطنی، نئے علاقے میں قیام، یہود کی سازش، مسلح مزاحمت، منافقین کی چالوں کا سامنا، کفر کا متحدہ محاذ، بدر واحد کے معرکے اور خیبر وتبوک کے واقعات، یہ سب مراحل اتنے حوصلہ شکن، ہوشربا، جاں گسل، اذیت ناک، تکلیف دہ اور اعصاب توڑ تھے کہ کسی پہاڑ کو ان کا سامنا کرنا پڑتا تو وہ آبشار بن کر بہہ جاتا، مگر کیا مجال کہ ابن ابی قحافہؓ کے قدم میں ذرا سی بھی لغزش آئی ہو، یا ان کا ذہن کسی دوسری طرف منتقل ہوا ہو، خوشی میں تو آدمی کسی نہ کسی حد تک پھر بھی اپنے آپ کو سنبھال لیتا ہے، لیکن رنج کی ایک گھڑی انسان کی پوری شخصیت کو منتشر کر کے رکھ دیتی ہے، مگر یہاں معاملہ رنج کی ایک گھڑی کا نہیں قدم قدم پر بلاؤں کا تھا، پھر بھی سواد کوئے جاناں ایسا تھا کہ اس گلی میں آنے کے بعد لوٹ جانے کا معمولی سا خیال بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ذہن میں بار نہ پاسکا۔

دنیا بھر کے نثری و شعری ادب میں "وفا" کی اصطلاح بڑی کثرت سے استعمال ہوتی ہے۔ عربی، فارسی، انگریزی، فرانسیسی، افریقی، چینی، روسی، اردو، پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی، سرائیکی لٹریچر کا کوئی ایک ورق ایسا نہیں ملے گا جس میں وفا کو کوئی نہ کوئی نیا مفہوم اور اس کے اظہار کا نیا پیرایہ نہ ملتا ہو، ساری داستان حسن و عشق کا مرکزی خیال "وفا" ہے اس "وفا" کی کوئی بھی تعریف اور معیار طے کیا جائے تو ہر پہلو اور اعتبار سے اس تعریف اور معیار پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت پوری اترتی

ہے۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ "فلاں نے وفا کا حق ادا کر دیا" تو یہ تعلق خاطر اور اخلاص کی آخری حد ہوتی ہے' اس آخری حد کے سرے پر ہمیں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت مسکراتی ہوئی دکھائی دیتی ہے اور کہہ رہی ہوتی ہے کہ اے نثر نگاران عالم اور اے انشاء پرداز ان دنیا تم اس سے بھی بڑا اور کڑا معیار وفا کے لئے طے کر لو' میں اس پر بھی پورا اترنے کو تیار ہوں' البتہ وفا کے جملہ پیکروں اور عشق کے سبھی متوالوں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام اس لحاظ سے بہت بلند ہے کہ پروانے نے اپنے لئے شمع کو مرکز محبت بنایا' بلبل نے پھول کو چنا' چکور نے چاند کا انتخاب کیا' قمری نے سرو کو پسند کیا' اور صدیق اکبرؓ نے بقول اقبالؒ

صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بس

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے دعوت اسلام دی تو لبیک کہنے کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر تھے' دار ارقم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کام کا آغاز کیا تو پہلے کارکن حضرت ابوبکر تھے۔ صحن حرم میں کفار نے جب حضورؐ کو نشانہ اذیت بنانا چاہا تو پہلا پتھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھایا۔ جب اپنوں نے آنکھیں پھیرنا شروع کیں' تو سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیگانہ بننا قبول کیا' جب سماجی مقاطعہ کے حوالے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شعیب ابی طالب میں محصور ہونا پڑا تو سب سے پہلے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا گھر چھوڑا۔ جب شب ہجرت شہر مکہ کو الوداع کہنے کا موقعہ آیا تو سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خاندان کو الوداع کہا۔ جب غار ثور کی پرخطر گہرائی میں کچھ دیر کے لئے رکنا پڑا تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے وہاں اترے' جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وارد مدینہ ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمرکاب تھے' جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین مدینہ کی چالوں سے نبرد آزما ہونا پڑا تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک لمحے کو بھی گوشہ و عافیت میں نہیں بیٹھے۔ آگے چل کر جب اعلانیہ جنگ اور مسلح مزاحمت کا آغاز ہوا تو بوڑھا ابوبکرؓ اگلی صف میں نظر آیا' حتیٰ کہ آج بھی اور قیامت تک حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپؐ کے پہلو نظر آتے رہیں گے اور روز قیامت بھی یہ ہمراہی و ہمرکابی برقرار رہے گی۔ بلاشبہ دنیا میں کئی ایسے عاشق ہو کر گزرے ہیں جنہوں نے تاج شاہی کو ٹھکرایا اور کوچہ محبوب میں بستر جما دیا لیکن گردش زمانہ نے بوریا اٹھانے پر مجبور کر دیا' کئی ایسے بھی ہوئے ہیں کہ جوش محبت میں گھائل ہو گئے۔ ایسے بھی یقیناً ہیں کہ پل بھر میں نظر اٹکی اور اگلے ہی لمحے جان سولی پر لٹکی نظر آئی' مگر پورے شعور بھرپور اتقان ثابت قدمی استقلال اور کامل یکسوئی سے عہد وفا نبھانا' یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لافانی دوستی کی دلیل ہے' دنیا کا کوئی بھی شخص خواہ کسی بھی ملت' مذہب' قوم' نسل' رنگ اور علاقے سے تعلق رکھتا ہو' عربی ہو یا عجمی' یورپی ہو یا ایشیائی' زرد چینی ہو یا سیاہ افریقی' نیک و بد' خواہ عام و عامی ہر ایک کو اپنی محنت سے کمائے ہوئے مال اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے گھر' اپنے جگر کے ٹکڑوں یعنی اولاد اور سب سے بڑھ کر اپنی جان سے پیار ہوتا ہے۔ مال و دولت کو خود خالق کائنات نے انسان کے لئے فتنہ یعنی آزمائش قرار دیا ہے۔ گھر ہر انسان کے لئے گوشہ عافیت موجب راحت اور پناہ گاہ ہوتا ہے تنکا تنکا جوڑ کر آدمی اپنا آشیانہ بناتا ہے اولاد انسان کی پوتر محبت کا سب سے بڑا مظہر ہوتی ہے رہی جان اس کے لئے تو انسان باقی سب کچھ چھوڑنے پر آمادہ ہو جاتا ہے' مشہور کہاوت ہے کہ بلی کے پاؤں جلنے لگے تو اپنے بچوں کو پنجوں تلے دبا لیا۔ جب ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں صاف طور پر واقعات کے آئینے اور حقائق کے منظر میں دکھائی دیتا ہے کہ

انہوں نے اپنے آقا اور محبوبؐ کے لئے یہ ساری چیزیں قربان کرنے میں تامل نہیں برتا' آپ کا مالی ایثار تو ضرب المثل بن چکا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا۔

"کسی شخص کے مال نے مجھے اتنا فائدہ نہیں پہنچایا جتنا ابوبکرؓ کے مال نے پہنچایا ہے۔" (ترمذی)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذن ہجرت ملا تو سب سے پہلے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رخت سفر باندھتے نظر آئے پلٹ کر بھی نہ دیکھا کہ نابینا والد کا کیا بنے گا؟ اولاد کہاں جائے گی؟ گھر کون سنبھالے گا؟ غزوہ بدر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اپنے آقا اور اپنی اولاد میں سے کسی کو انتخاب کرنے کا مسئلہ آیا تو آپ نے بلاتکلف اپنے بیٹے عبدالرحمان (جو بعد میں مسلمان ہو گئے) پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ترجیح دی۔ رہ گیا معاملہ اپنی جان کا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے ہمیشہ اپنی ہتھیلی پر رکھا' اسلام کی راہ میں نچھاور کرنے کو ہمیشہ آمادہ رہے' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر قربان کرنے کو تیار رہے' شعب ابی طالب کے فاقے ہوں یا غار ثور میں سانپوں اور درندوں کا سامنا ہو' بدر میں تیروں کی بوچھاڑ ہو یا احد میں تلواروں کی جھنکار' آپ نے ہمیشہ ایمان کو مقدم رکھا اور جان کو ثانوی حیثیت دی۔

جہاں ایک طرف حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حق دوستی ادا کرنے رسم وفا نبھانے' جاں سپاری کا مظاہرہ کرنے اور رفاقت کی لاج رکھنے میں کوئی عذر آڑے نہیں آنے دیا' وہاں دوسری طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آپ پر اعتماد کرنے' آپ کو اپنا ہمدوش بنانے' آپ کو انتہائی شفقت اور احترام کی نظر سے دیکھنے اور ہر موڑ پر آپ کی دوستی پر فخر کرنے میں تامل نہیں فرمایا۔ دو چار احباب خاص کی مجلس ہو یا اجتماع عام' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر جگہ کھل کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا رفیق قرار دیا' ان کی خدمات کو سراہا' ان کے جذبہ ایثار کی تعریف کی' ان کی محبت اور عقیدت کی مثال دی' اپنی قائم مقامی کا شرف بخشا خوشگوار یادوں کا محبت آمیز تذکرہ فرمایا۔ ہر موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن تکلم منفرد رنگ لئے ہوئے رہا' ایک جگہ ارشاد فرمایا۔

"جس جماعت میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود ہوں تو مناسب نہیں کہ ان کے علاوہ کوئی شخص امام بنے۔" (ترمذی)

کہیں ارشاد ہوتا ہے۔

"ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم میرے غار اور حوض کے ساتھی ہو" (ترمذی)

ایک اور موقع پر فرمایا۔

"جس کسی نے ہمیں کچھ دیا ہے ہم نے اس کا بدلہ دے دیا' سوائے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے' انہوں نے ہمارے ساتھ ایسی نیکی کی ہے' جس کا بدلہ قیامت کے دن خدا ہی دے گا۔" (ترمذی)

ایک مرتبہ آپؐ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر فرمایا۔

"تم دوزخ کی آگ سے آزاد ہو" (ترمذی) اسی روز سے آپ کا لقب "عتیق" پڑ گیا۔

شب معراج کے تاثر بیان کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کا احوال بتلایا اور اس دروازے کا ذکر فرمایا جہاں سے آپ کی امت گزرے گی' حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کاش میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی اس امید اور حسرت کو دیکھ کر فرمایا۔

"میری امت میں سب سے پہلا شخص تو ہو گا جو جنت میں داخل ہو گا۔" (ابو داؤد)

یہ چند سطریں محض ایک دریچہ ہے' جس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدیق کی شخصیت کی جھلک دیکھی

باقی صفحہ نمبر ۴۳ پر

# سود کا متبادل

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

نبی اکرمؐ نے سود کو حرام قرار دیا۔ قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ میں سود کو اس لئے حرام قرار دیا گیا کہ یہ بدترین معاشی استحصال کرتا ہے۔ اسلام میں سود کا متبادل نظام حسب ذیل ہے۔ اس ضمن میں کونسل آف اسلامک آئیڈولوجی کی جون ۱۹۸۰ء کی سود پر رپورٹ ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

۱۔ مضاربہ ماڈل
۲۔ مشارکہ ماڈل
۳۔ قرض حسنہ کا ادارہ
۴۔ بیت المال کا ادارہ
۵۔ بیع معجل
۶۔ مرابحہ
۷۔ ایجارہ

**۱۔ مضاربہ ماڈل :** امام نوویؒ نے اپنی تالیف منہاج الطالبین میں مضاربہ کو قرادہ بھی نام دیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مضاربت کے ذریعے تجارت کی۔ امام مالک المؤطا میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ بھی وضاحت کرتے تھے۔ اس نظام میں ایک شخص سرمایہ لگاتا ہے اور دوسرا شخص اس سے کاروبار کرتا ہے۔ اس میں اگر نقصان ہو تو سرمایہ لگانے والے کا نقصان ہوتا ہے۔ تجارت کرنے والے کو نفع ملتا ہے۔ یہ نفع ایک جیسا نہیں ہوتا۔ اس میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ جنوبی یورپ میں اور انگلینڈ میں بھی مضاربہ ماڈل مقبول ہو رہا ہے اور جدید بینکاری اس نظام پر کامیاب تجربہ کر رہی ہے۔

**۲۔ مشارکہ ماڈل :** اس ماڈل کو شرکہ یا شراکت بھی کہتے ہیں۔ اس نظام میں معاہدہ کے مطابق منافع کی تقسیم ہوتی ہے۔ اسی طرح نقصان بھی معاہدہ کے مطابق تقسیم ہوتا ہے۔ اس میں بقول ڈاکٹر محمد فہیم "بینک بھی نقصان برداشت کرتا ہے۔"

**۳۔ قرض حسنہ کا ادارہ :** قرض حسنہ کا تصور سورۃ بقرہ کی آیات (۲۸۲ ۔ ۲۸۰) میں موجود ہے۔ اگر بنک اور دیگر مالیاتی ادارے قرض حسنہ دیں تو اس طرح طلباء اور دیگر مستحقین بعد ازاں اقساط میں قرضہ واپس کر سکتے ہیں۔ قرض حسنہ کے ادارے کو مضبوط کرنے سے ربوا کا نظام خود بخود ختم ہوتا ہے تاجروں کو بھی قرض حسنہ دیا جا سکتا ہے۔

**۴۔ بیت المال کا ادارہ :** اگر بیت المال کے ادارے کو مضبوط کیا جائے تو اس سے معاشی کفالت کا نظام بہتر ہو سکتا ہے۔ بیت المال کی آمدنی کے ذرائع حسب ذیل ہو سکتے ہیں جیسا کہ تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں ہوتا رہا ہے۔

(ا) زکوۃ
(۲) عشر
(۳) مال غنیمت کا خمس
(۴) مال فے۔ جزیہ۔ خراج

صدقات وغیرہ بھی بیت المال میں رکھے جا سکتے ہیں۔ بیت المال سے عوام الناس کی کفالت بطرز احسن ہو سکتی ہے۔

**۵۔ بیع معجل :** اس معاہدہ کے ذریعے کوئی مشینری وغیرہ کسی ملک میں لگوائی جاتی ہے تو اس صورت میں جو کمپنی یہ کام کرتی ہے وہ مشینری کی قیمت کے علاوہ سروس چارجز بھی علیحدہ وصول کرتی ہے۔ مثلاً" اسلامک بینک تربیلہ میں کوئی مشینری لگانے کا معاہدہ کرتا ہے۔ مشینری ایک کروڑ روپے کی ہے تو اس پر مشینری لگانے کی لاگت اور خرچ وغیرہ اگر ۲۰ لاکھ ہو تو اسلامک بنک یہ رقم بھی پاکستان سے وصول کرے گا۔ ایسی صورت میں ربوا کا کوئی عنصر اس معاہدہ

میں شامل نہیں ہوتا۔

۶۔ **مرابحہ :** بقول مولانا ڈاکٹر نور محمد غفاری (اسلام کا قانون تجارت۔ مطبوعہ مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور)

"بیع مرابحہ نفع کی بیع کو کہتے ہیں۔ اس بیع کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مشتری ایک شی باقاعدہ معاہدہ تجارت سے خریدتا ہے پھر ثمن یا قیمت اول پر کچھ نفع حاصل کر کے اسے آگے کسی دوسرے مشتری کو فروخت کر دیتا ہے۔" یہ شرعاً جائز ہے البتہ مشتری یوں کہے گا۔ مجھے یہ مال اتنے روپے میں (مثلاً ۱۰۰ روپے) میں پڑا ہے۔ اس پر اتنا منافع مثلاً" دس روپے) لوں گا۔ صفحہ ۱۰۰ (کتاب مذکورہ بالا)

۷۔ **ایجارہ :** زرعی زمین کو پٹے کر دینا ایجارہ کے زمرہ میں آتا ہے۔ کرایہ پر کسی چیز یا جائیداد کو دینا بھی ایجارہ ہے۔

## معاشی امور میں اجتہاد کی ضرورت

بیرونی امداد بھی معاشی معاملات میں ایک لعنت سے کم نہیں۔ بیرونی امداد ایک ملک وصول تو کر لیتا ہے لیکن سود کی شکل میں کثیر رقم واپس ادا کرتا ہے۔ اس طرح اس کے معاشی نظام پر برا اثر پڑتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سوال نہ کیا جائے۔ ادھار مانگنے سے نہ صرف عزت نفس مجروح ہوتی ہے بلکہ قرضے کا بوجھ بھی پڑ جاتا ہے۔ اگر کوئی ملک خود انحصاری سے کام لے اور قرضے لینا بند کر دے تو وقتی تکلیف تو ضرور ہو گی لیکن قوم قرضوں کے مزید بوجھ سے بچ جائے گی۔ نبی کریمؐ نے اسراف اور فضول خرچی سے منع فرمایا اور سادگی کی تلقین فرمائی۔ اگر کوئی ملک ان زریں اصولوں کو اپنا لے تو وہ مزید قرضوں کے بوجھ سے بچ سکتا ہے۔

دور حاضر میں پسماندہ علاقے اور ممالک ورلڈ بینک ' ایشیائی ترقیاتی بنک اور دیگر بین الاقوامی اداروں سے قرض سود پر لیتے ہیں۔ اس قرض اور امداد کے بغیر پسماندہ ممالک اپنے ترقیاتی منصوبے مکمل نہیں کر سکتے ہیں۔ اس نظام سے کس طرح نجات حاصل کی جائے۔ پاکستان میں سٹیٹ بنک رقوم سود پر لیتا ہے۔ بیرونی ممالک سے قرضے سود پر حاصل کئے جاتے ہیں۔ بیرونی قرضوں پر کثیر سود واجب الادا ہوتا ہے۔ اس نظام سے کس طرح نجات ہو سکتی ہے۔ یہ ایسے معاملات ہیں جن پر اسلام کے ماہرین معاشیات کی ریسرچ اور اجتہاد کی ضرورت ہے۔ علاوہ ازیں ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن گھر بنانے کے لئے قرضہ جات دیتی ہے۔ قریباً بیس سال بعد قرض دہندہ وصول کرے تو کرنسی کی مالیت کافی بڑھ چکی ہو گی۔ کیا زائد رقم وصول کرنا سود کے زمرے میں آئے گا۔ اس پر اجتہاد کی ضرورت ہے۔ بنک کس طرح بغیر سود کے کام کر سکتے ہیں؟ انتظامی امور پر اخراجات بنک کس طرح برداشت کرے؟ بنک خود سود پر رقم حاصل کرتے ہیں وہ کس طرح بغیر سود کے رقم قرض خواہوں کو ادا کریں؟ یہ بوجھ کون برداشت کرے گا؟ یہ ایسے دقیق سوالات ہیں جن کا جواب اسلام کے ماہرین معاشیات ہی موجودہ دور کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے کما حقہ دے سکتے ہیں۔

### باتیں ان کی خوشبو خوشبو

بھلا اندھوں کی بات کو کس طرح تسلیم کر لیں۔ جن میں نورِ بصیرت ہی نہیں۔ قطب اور غوث اُن کی پیشانی پر لکھا تو ہوتا نہیں۔ نورِ بصیرت سے اندھے اُن کے قلوبِ منورہ کو کہاں سے دیکھیں۔ ان برگزیدہ ہستیوں کا دنیوی مقام یہ ہے کہ کوئی اُن میں تاجر ہے کوئی گداد ہے۔ کوئی سبزی فروش ہے۔ ان گدڑیوں میں یہ لعل صاحب بصیرت جوہری کے بغیر کیسے پہچانے جائیں۔

(حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ)

اٹھ! اے مجاہد حی الحبیب
نصر من اللہ فتح قریب

وطن جل رہا ہے تو مدہوش ہے ہوا کیا ابھی تک تو بے ہوش ہے
کیوں سو گیا تیرا اپنا نصیب
اٹھ! اے مجاہد حی الحبیب
نصر المن ______________

نہ عزت نہ عفت ہی محفوظ ہے ابھی تک کیوں غفلت ملحوظ ہے
لپک جا عدو پہ تو بن کے رقیب
اٹھ! اے مجاہد حی الحبیب
نصر المن ______________

بجھے گی یہ آتش تیرے خون سے تیرے خون سے اور میرے خون سے
ذرا دیکھ اوپر یہی ہے مجیب
اٹھ! اے مجاہد حی الحبیب
نصر المن ______________

یہ آہ بقا کے اشارے تجھے یہ مظلوم کی آہ پکارے تجھے
تو اس پر بھی خاموش ہے اے حبیب
اٹھ! اے مجاہد حی الحبیب
نصر المن ______________

اٹھ ہمت کر اور تیغ اٹھا اخوت کا سبق پڑھا
طوفان سے لڑ جا اے منیب
اٹھ! اے مجاہد حی الحبیب
نصر المن ______________

یہ اللہ جب تک تیرے ساتھ ہے "یقیناً" زمانہ تیرے ساتھ ہے
جگا دے وطن کو تو بن کے نقیب
اٹھ! اے مجاہد حی الحبیب
نصر المن ______________

چودھری عبدالخالق

# تصوّف کیا نہیں؟

تصوّف کے لیے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دُنیا کے کاروبار میں ترقی دِلانے کا نام تصوّف ہے، نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دُور کرنے کا نام تصوّف ہے، نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوّف ہے، نہ قبروں پر سجدہ کرنے، ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جَلانے کا نام تصوّف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوّف ہے نہ اولیاء اللہ کو غیبی نِدا کرنا، مشکل کُشا اور حاجت رَوا سمجھنا تصوّف ہے، نہ اِس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجّہ سے مُرید کی پُوری اِصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دَولت بغیر مجاہدہ اور بِدُون اِتّباعِ سُنّت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اِس میں کشف و اِلہام کا صحیح اُترنا لازمی ہے اور نہ وَجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوّف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوّف کا لازمہ بلکہ عین تصوّف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوّفِ اِسلامی کا اِطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اِسلامی تصوّف کی عین ضِد ہیں۔

(دلائل السُّلوک)

Reg. No.L8607

# اسرار التنزیل

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان کی دلکش تحریر میں قرآنِ کریم کی ایک منفرد اندازِ تفسیر۔ کہ قرآنِ کریم کو سمجھنا نہ صرف آسان بلکہ دلچسپ بنا دیا ہے۔

پڑھ کر خود ہی افادیت کا اندازہ لگائیے۔

اب تک سات (7) جلدیں چھپ چکی ہیں۔

آرٹ پیپر پر مجلّد اور آفسٹ پیپر پر غیر مجلّد دستیاب ہیں۔

اویسیہ کتب خانہ اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ
ٹاؤن شپ۔ لاہور

**www.QuranTafseer.net**

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو ویڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کرسکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کرسکتے ہیں۔

1-مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو،وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30پارہ اردو تفسیر اور مکمل30پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2-مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔4-اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبدالباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔5-حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6-ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7-پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8-اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9-سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کرسکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کرسکتے ہیں۔ 03235205255